بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبوب سبحانی، قطب ربانی، الباز الاشہب

محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

ایک مختصر سا قافلہ گیلان سے روانہ ہو کر مرکزِ علوم و فنون بغداد جا رہا تھا، منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے ہمدان سے کچھ آگے ترتنک پہنچے ہی تھے کہ ڈاکو حملہ آور ہو گئے وہ تعداد میں ساٹھ تھے۔ انہوں نے بے دردی سے لوٹ مار کی اور سب مال و متاع لوٹ کر ایک جگہ جمع کر لیا، تمام مسافر مارے دہشت کے دم بخود تھے، ان میں ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ایسا بھی تھا جس کے چہرے پر بلا کا اطمینان جھلک رہا تھا، خوف و ہراس کی پرچھائیں بھی اس کے چہرے بشرے پر دکھائی نہ دیتی تھیں، ایک ڈاکو نے پاس سے گزرتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھ لیا کہ نوجوان! تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ نوجوان نے پورے اطمینان سے جواب دیا ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں جو میری صدری میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ ڈاکو نے خیال کیا کہ یہ نوجوان اور اطمینان سے یہ بات کہہ رہا ہے اور وہ بھی چھپے ہوئے مال کی ڈاکوؤں کو کون نشاندہی کرتا ہے یہ سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا، کچھ دیر بعد ایک دوسرا ڈاکو ادھر آ نکلا، اس نے بھی وہی سوال کیا، اسے بھی وہی جواب ملا، وہ بھی یہ خیال کر کے آگے بڑھ گیا کہ اس نوجوان کے پاس کچھ ہوتا تو مجھے کیوں بتاتا، یقینی بات ہے کہ یہ مجھے بے وقوف بنانا چاہتا ہے۔

ڈاکوؤں کا سردار ایک ٹیلے کے پاس لوٹا ہوا مال تقسیم کر رہا تھا، ایک ڈاکو نے اسے یہ خبر سنائی تو وہ چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے بے یقینی کے ساتھ اس ڈاکو کی طرف دیکھا اور کہا کہ جب ہر شخص کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہوں اور ہر طرف دہشت ہی دہشت پھیلی ہوئی ہو ایسے وقت میں کس کی رگِ ظرافت پھڑک سکتی ہے، دوسرے ڈاکو نے تصدیق کی کہ میرے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آ چکا ہے تو سردار نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر کہا اس نوجوان کو بلایا جائے، جب وہ نوجوان آیا تو سردار اس کے ملکوتی حسن، شاہانہ وقار، تمکنت اور اطمینان و اعتماد سے بھرپور لب و لہجہ سے بے حد متاثر ہوا، اس نے پوچھا صاحبزادے! تیرے پاس چالیس دینار موجود ہیں؟ نوجوان نے اپنی صدری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا ہاں! اس جگہ سلے ہوئے ہیں، سردار نے مجسم حیرت بن کر دوسرا سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ ہم ڈاکو ہیں اور تمام قافلے کی ایک ایک پائی لوٹ چکے ہیں، تم نہ بتاتے تو ہم شاید تمہاری طرف متوجہ بھی نہ ہوتے، تم نے یہ بتانے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ کہ تمہارے پاس چالیس دینار موجود ہیں اور صدری میں سلے ہوئے ہیں، نوجوان نے کمال سادگی سے جواب دیا:

میں نے گھر سے روانہ ہوتے وقت اپنی والدہ سے ہمیشہ سچ بولنے کا وعدہ کیا تھا، میرے یہ چالیس دینار جاتے ہیں

تو جائیں لیکن میں اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑ سکتا۔

نوجوان کے سیدھے سادے جملے براہِ راست سردار کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوئے، اس کی روح تک کو جھنجوڑ ڈالا چند لمحوں کے لیے تو وہ مبہوت ہو کر رہ گیا، وہ ڈاکو جو درندوں کی طرح مسافروں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا تھا، تمام ساز و سامان لوٹ کر رفو چکر ہو جاتا تھا اور اس کے دل پر ذرّہ بھر بھی ملال نہ آتا تھا، آج ایک نوجوان کے چند جملے اسے گھائل کر گئے۔

اور وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا، ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ چکے تھے، اس کی آنکھیں شاید زندگی میں پہلی بار اشکوں کا سیلاب بہا رہی تھیں، شدتِ گریہ کے سبب اس کی زبان گنگ ہو گئی تھی، کچھ دیر کے بعد جب اسے قرار ملا تو اس نے بلکتے ہوئے کہا:

صاحبزادے! تو کس قدر مقدس ہستی ہے کہ تو نے اپنی والدہ سے کیا ہوا عہد نہیں توڑا اور میں کتنا بدقسمت ہوں کہ زندگی بھر اپنے ربِّ کریم کے عہد کو توڑتا رہا، ہائے افسوس! میری زندگی ایسا متاعِ عزیز برباد ہو گیا اور میں نے ایک بار بھی نہ سوچا کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ صاحبزادے! میں تمہارے ہاتھوں پر اپنے سابقہ گناہوں کی توبہ کرتا ہوں اور تمہیں گواہ بنا کر اپنے رب سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی کا ناحق دل نہیں دکھاؤں گا اور بقیہ زندگی خدا اور رسول کے احکام و فرامین پر عمل کرتے ہوئے گزار دوں گا"

اس کے ساتھی اس انقلاب کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ جو شخص موت کے رقص کو دلچسپی سے دیکھا کرتا تھا، جو مرنے والوں کی دل دہلا دینے والی چیخیں سن کر کبھی نہ پسیجتا تھا اور جو قساوت اور سنگدلی کا پیکر ہوا کرتا تھا آج اسے کیا ہو گیا ہے؟ کہ زار و قطار رو رہا ہے اور پورے اعتماد کے ساتھ اپنی سابقہ زندگی کو چھوڑنے کا اعلان کر رہا ہے، پھر نہ جانے کیا ہوا کہ ہر ایک نے اپنے اپنے دل و دماغ میں ایک برقی رو لہراتے ہوئے محسوس کی اور سب بیک زبان پکار اٹھے:

سردار! آج تک رہزنی میں تو ہماری قیادت کرتا رہا ہے، بدی کی راہوں پر چلتے ہوئے تو ہماری کمان کرتا رہا ہے، ______ آج جب کہ تو خدا اور رسول کی پسندیدہ راہ پر گامزن ہو چکا ہے اگر ہم اپنی اسی راہ پر چلتے رہے تو اس سے بڑھ کر ہماری بدقسمتی نہیں ہو سکتی، تجھے مبارک ہو کہ اس خوش بختی اور طالع مندی میں ہم بھی تیرے ساتھی ہوں گے اور تو پہلے کی طرح آئندہ بھی ہمارا سردار ہو گا اور ہم تیرے وہی جاں نثار ساتھی ہوں گے، ہم سے یہ بے وفائی نہیں ہو سکتی کہ آج جب تم نیکی کے راستے پر چلنے لگے ہو تو ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں۔

اسی وقت لُٹا ہوا سارے کا سارا مال قافلے والوں کو واپس کر دیا گیا۔[1] قافلے والوں کی مسرت و شادمانی کا کوئی

---

[1] علی بن یوسف الشطنوفی، علامہ، بہجۃ الاسرار (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۷۸

اندازہ نہ تھا اور وہ اس نوجوان کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جس کی برکت سے نہ صرف سب کی جان بچ گئی بلکہ وہ مال بھی واپس مل گیا جو لُٹ چکا تھا، ان کی حیرت بھی بجا تھی کیونکہ یہ تو ایسا ہی تھا جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر واپس آجائے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ مستقبل میں یہ نوجوان، غوثیتِ کبریٰ کے مقام پر فائز ہوگا اور زمانہ بھر کے اولیا اس کے سامنے ادب واحترام سے اپنی گردنیں خم کردیں گے اور اس کی ذات سے شریعت وطریقت کے کبھی نہ خشک ہونے والے سرچشمے جاری ہوں گے؟

یہ نوجوان کون تھا؟

دنیا انہیں محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، الباز الاشہب، محی الدین سیدنا شیخ **عبدالقادر جیلانی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اور یہ پہلی کھیپ تھی جو آپ کے دستِ اقدس پر تائب ہوئی۔

ولادت ونسب:

۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء کو شمالی فارس میں بحیرۂ خزر (کیسپین) کے جنوبی ساحل پر گیلان نامی زرخیز صوبہ کی ایک بستی نیف میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، یاقوت حموی نے اس بستی کا نام بشتیر بیان کیا ہے، البستانی نے اپنے دائرۃ المعارف میں یوں تطبیق دی ہے کہ ایک بستی میں ولادت اور دوسری میں پرورش ہوئی ہوگی[1]

حضرت شیخ کے والد ماجد ابو صالح جنگی دوست موسیٰ کا سلسلۂ نسب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی کا سلسلۂ نسب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے[2]۔ نسبی رشتہ اگرچہ باپ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے لیکن یہ فضیلت معمولی نہیں ہے کہ آپ کی ذات میں دونوں نسبتیں جمع ہوگئیں۔

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو

اے خضر! مجمعِ بحرین ہے چشمہ تیرا[3]

آپ کے والدین کریمین، پھوپھی سیدہ عائشہ اور نانا سید عبداللہ صومعی اپنے دور کے اصحاب کرامت اولیا میں سے تھے، والد ماجد آپ کے بچپن ہی میں وصال فرماگئے تھے اس لیے آپ کی پرورش جدِّ محترم (نانا) نے فرمائی۔

---

[1] عبدالنبی کوکب، علامہ: شاہ جیلان (رضا اکیڈمی، لاہور) ص ۱۹

[2] عبدالرزاق سید، ابن شیخ عبدالقادر جیلانی: حاشیہ قلائد الجواہر (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۲

[3] حاشیہ قلائد الجواہر، ص ۱۳۳

[4] احمد رضا بریلوی، امام: حدائق بخشش مع ادبی جائزہ (مطبوعہ کراچی) ص ۲۳۳

علامہ شطنوفی فرماتے ہیں :

وبہ کان یعرف حیث کان بجیلان [1]

آپ جیلان میں تھے تو انہیں کی نسبت سے معروف تھے۔

علامہ شطنوفی آپ کے نانا کا نام ابو عبداللہ صومعی ، بیان کرتے ہیں [2]

فطری احترام شریعت :

شرعاً نابالغ بچہ ، احکام شریعت کا مکلف نہیں ہے لیکن حضرت شیخ مادر زاد ولی تھے اس لیے شیر خواری کے زمانہ میں ماہ رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے ، آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں ؛

میرا بیٹا عبدالقادر رمضان المبارک میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا تھا ، ایک دفعہ رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا ، کچھ لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ آج میرے لخت جگر نے دودھ نہیں پیا ، بعد میں واضح ہوگیا کہ اس دن رمضان ہی تھا ، چنانچہ جیلان کے علاقے میں مشہور ہوگیا کہ سادات کے گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان کے دنوں میں دودھ نہیں پیتا [3]

اشتیاقِ علم :

بچوں کا کھیل کود میں مصروف رہنا ایک فطری تقاضا ہے لیکن حضرت شیخ پر تو ابتدا ہی سے حفاظت الٰہیہ کا پہرہ لگا دیا گیا تھا ، فرماتے ہیں جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو مجھے غیبی آواز سنائی دیتی ،

تعال الی یا مبارک

اے برکت والے میری طرف آ

تو میں بھاگ کر اپنی والدہ کی آغوش میں پناہ لے لیتا ، آج بھی میں خلوت میں وہ آواز سنتا ہوں [4]

بچپن میں اپنے علاقہ کے مدرسہ میں پڑھنے کے لیے جاتے ، کسی نے پوچھا کہ آپ کو اپنی ولایت کا علم کب ہوا ؟ فرمایا ،

---

[1] علی بن یوسف الشطنوفی ، علامہ : بہجۃ الاسرار ص ۸۸

[2] ایضاً : ص ۸۹

[3] محمد بن یحییٰ تاذفی ، علامہ : قلائد الجواہر (مصطفی البابی ، مصر) ص ۳

[4] عبدالحق محدث دہلوی ، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار (بکسلنگ کمپنی ، بمبئی) ص ۶۹

اس وقت جب میں دس سال کا تھا، گھر سے مدرسہ روانہ ہوتا تو میں دیکھتا کہ فرشتے میرے ارد گرد چل پھر رہے ہیں، جب میں مدرسہ پہنچتا تو میں سنتا کہ فرشتے بچوں کو کہہ رہے ہیں:

افسحوا لولی اللہ حتی یجلس

اللہ تعالیٰ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو[1]

شیخ محمد بن قائد اوانی فرماتے ہیں میں نے سیدی شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی ولایت کا دار و مدار کس چیز پر ہے فرمایا:

سچائی پر، میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، حتی کہ اس وقت بھی نہیں جب میں مدرسہ میں پڑھتا تھا،

حضرت شیخ فرماتے ہیں میں نو عمر تھا، عرفہ کے دن (نو ذوالحجہ) بستی کے باہر نکلا اور ایک گائے کے پیچھے چل دیا، گائے نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا عبد القادر! تو اس لیے پیدا نہیں کیا گیا، میں گھبرا کر گھر آگیا، مکان کی چھت پر چڑھا تو حجابات اٹھا دیے گئے اور میں نے دیکھا کہ حجاج میدان عرفات میں مجتمع ہیں، میرے دل میں علم دین حاصل کرنے کا شوق جنون خیز پیدا ہو گیا میں نے والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ بغداد جا کر علم حاصل کروں اور اولیاء کرام کی زیارت کروں، والدہ نے سبب پوچھا تو میں نے ماجرا بیان کر دیا، ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ والد کے چھوڑے ہوئے اسی دینار ان میں سے چالیس مجھے دے دیے اور میری صدری میں سی دیے اور چالیس میرے بھائی کے لیے رہنے دیے، مجھ سے ہر حال میں سچ بولنے کا عہد لیا اور رخصت کرتے وقت فرمایا:

یَا وَلَدِیْ: اِذْهَبْ فَقَدْ خَرَجْتُ عَنْكَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَهٰذَا وَجْهٌ لَا اَرَاهُ اِلٰی یوم القیٰمة۔

بیٹے! جا، میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا، قیامت سے پہلے میں تیرا چہرہ نہ دیکھ سکوں گی[2]

راستے میں ڈاکوؤں کا واقعہ پیش آیا جس کا تذکرہ اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد بھی والدہ ماجدہ نقدی کی صورت میں وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ ارسال فرماتی رہیں۔

ورود بغداد اور تحصیل علم:

حضرت شیخ ۴۸۸ھ/۱۰۹۵ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد پہنچے، پورے غور و خوض اور آگہی کے ساتھ قرآن پاک

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار (بکٹنگ کمپنی، بمبئی) ص ۹۸

[2] محمد بن یحیی تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر (مطبوعہ مصر) ص ۹ - ۸

پڑھنے کے بعد اپنے دور کے نابغۂ روزگار علماء و فضلاء سے فقہ، حدیث اور تصوف کا علم حاصل کیا اور عملی طور پر ریاضت و مجاہدہ کے دشوار گزار مراحل طے کیے۔

اساتذۂ فقہ :

ابو الوفا علی بن عقیل حنبلی، ابو الخطاب محفوظ کلوذانی حنبلی، ابو الحسن محمد ابن قاضی ابو یعلی حنبلی اور قاضی ابو سعید مبارک بن علی مخرمی حنبلی، ان حضرات سے فقہ کے اصول و فروع اور خلافیات پڑھے۔

اساتذۂ حدیث :

ابو غالب محمد بن الحسن باقلانی، ابو سعید محمد بن عبد الکریم ابو بکر احمد بن مظفر، ابو جعفر بن احمد بن الحسین القاری السراج وغیرہم۔

استاذِ ادب :

ابو زکریا یحییٰ بن علی تبریزی

اساتذۂ سلوک :

حضرت ابو الخیر حماد بن مسلم بن دروہ دباس اور قاضی ابو سعید مبارک مخرمی، مؤخر الذکر نے حضرت شیخ کو خرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا[1]

حضرت قاضی ابو سعید مخرمی نے فرمایا :

> عبد القادر جیلی نے مجھ سے خرقۂ خلافت پہنا اور میں نے ان سے پہنا، ہم میں سے ہر ایک دوسرے سے برکت حاصل کرے گا[2]

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۴

نوٹ : مخرمی پہلا حرف مضموم دوسرا مفتوح تیسرا مشدد، مکسور اور آخر میں یاء نسبت، یہ بغداد کے محلہ مخرم کی طرف نسبت ہے (قلائد ص ۵)

[2] ایضاً : ص ۵

ریاضتِ شاقہ :

حضرت شیخ نے اکتساب علم کے ساتھ ساتھ بے مثال ریاضت کے جاں گسل مراحل کمال ثابت قدمی سے طے کئے حضرت شیخ فرماتے ہیں :

میں عراق کے صحراء اور ویرانوں میں پچیس سال تنہا مصروف سیاحت رہا، نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ مجھے کوئی پہچانتا تھا، میرے پاس رجال غیب اور جنات کے گروہ در گروہ آتے تھے میں انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ دکھاتا تھا، عراق میں داخل ہوتے ہی حضرت خضر علیہ السلام کی مجھ سے دوستی ہو گئی اس وقت میں انہیں نہیں پہچانتا تھا، انہوں نے مجھ سے طے کیا کہ میں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کروں، ایک دفعہ انہوں نے مجھے ایک جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود چلے گئے، ایک سال کے بعد واپس آئے، اس طرح میں تین سال وہاں ٹھہرا رہا وہ ایک سال کے بعد آتے اور چلے جاتے [1]

ایک دوسرا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جس سے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی بلندئ ہمت اور کمال استقامت کا پتا چلتا ہے، فرماتے ہیں :

کئی دن بغیر کھائے گزر گئے، میں محلہ قطیعہ شرقیہ میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے لپٹا ہوا کاغذ دیا اور چلا گیا۔ میں نے وہ کاغذ ایک نانبائی کو دیا تو اس نے مجھے روٹی اور حلوہ دیا، میں وہ لے کر ایک مسجد میں چلا آیا، جہاں اپنا سبق دہرایا کرتا تھا اور بیٹھ کر سوچنے لگا کہ یہ کھانا کھاؤں یا نہ ؛ اتنے میں میری نظر ایک کاغذ پر پڑی، اسے اٹھا کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا :

اللہ تعالیٰ نے بعض کتب سابقہ میں فرمایا کہ طاقتوروں کا خواہشات سے کیا تعلق ؛ خواہشات تو کمزور مومنوں کے لیے ہیں تاکہ ان کی بدولت عبادات کے لیے تیار ہو سکیں،

میں نے کھانا وہیں رہنے دیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اپنا رومال لے کر واپس آ گیا [2]

یہ وہ دور تھا جب بغداد میں قحط واقع ہوا تھا، غلے اور خوراک کی شدید قلت پیدا ہو گئی، حضرت شیخ جنگلوں اور ویرانوں کا رخ کرتے تاکہ درختوں یا سبزی کے پتوں سے بھوک کا علاج کیا جا سکے، جہاں جاتے درویشوں کا ہجوم دیکھ کر واپس آ جاتے، ایسے ہی عالم میں ایک دفعہ پھر پھرا کر سوق الریحانیین کی مسجد میں تشریف لائے، فاقے کی شدت اس حد تک پہنچ گئی کہ موت سامنے

---

[1] عبدالوہاب شعرانی، امام : الطبقات الکبریٰ (مصطفیٰ البابی، مصر ۱۹۵۴ء) ج ۱ ص ۱۲۹

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر (مصر) ص ۱۰

دکھائی دینے لگی، اتنے میں ایک عجمی شخص مسجد میں آیا اور کھانا کھانے لگا، اس نے قسم دے کر آپ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا، اور جب اسے معلوم ہوا کہ یہ عبدالقادر جیلانی ہیں تو وہ پریشان ہو گیا، پوچھنے پر بتایا کہ آپ کی والدہ نے آٹھ دینار آپ کے لیے دیے تھے، تلاش بسیار کے باوجود آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ تین دن سے مجھے کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا تو میں نے آپ کی والدہ کی دی ہوئی رقم سے یہ کھانا خریدا ہے، پہلے آپ میرے مہمان تھے لیکن اب میں آپ کا مہمان ہوں،
حضرت نے اسے تسلی دی، بچا ہوا کھانا اور کچھ دینار دے کر اسے رخصت کر دیا۔[1]

کمال استقامت

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ اپنے والد گرامی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک دفعہ دوران سیاحت ایک ایسے جنگل میں چلا گیا جہاں پانی ناپید تھا کئی دن پانی پیے بغیر گزر گئے، پیاس کی شدت حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بادل نمودار ہوا، بارش ہوئی اور اس کے چند قطروں سے سکون ملا، اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام افق کا احاطہ کر لیا اور عجیب صورت نمودار ہوئی، اس نے کہا،

اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے تمہارے لیے وہ سب چیزیں حلال کر دی ہیں جو دوسروں کے لیے حرام کی ہیں، جو چاہو کرو اور جو چاہو کرو۔

میں نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، ملعون! دور ہو جا، تو کیا کہہ رہا ہے؟ اچانک وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی، اس نے کہا: اے عبدالقادر! تو نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم اور اپنی منزلوں کے احوال سے باخبر ہونے کے سبب نجات پائی ہے، ورنہ میں اس حربے سے ستر اہل طریق کو گمراہ کر چکا ہوں، جنہیں دوبارہ اپنے مقام پر کھڑا ہونا نصیب نہیں ہوا۔ میں نے کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے

علامہ ابن تیمیہ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ حضرت شیخ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے جانا؟ کہ یہ شیطان ہے؟ فرمایا: اس لیے کہ اس نے کہا کہ میں نے تمہارے لیے وہ سب کچھ حلال کر دیا جو دوسروں پر حرام ہے، حالانکہ مجھے یقین تھا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت نہ تو منسوخ ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں تبدیلی کی جا سکتی ہے، دوسری وجہ یہ تھی کہ اس نے کہا کہ میں تمہارا رب ہوں، وہ یہ نہیں کہہ سکا کہ میں اللہ

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر (مصر) ص ۱۰

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : اخبار الاخیار، فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) ص ۱۲

ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔[1]

خرقہ طریقت :

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں گیارہ سال (بغداد سے باہر) ایک برج میں مقیم رہا، میرے طویل قیام کے باعث اس کا نام برج عجمی پڑ گیا، ایک دن میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک مجھے کھلایا اور پلایا نہ جائے، چالیس دن اسی طرح گزر گئے، اس کے بعد ایک شخص آیا اور میرے سامنے کھانا رکھ کر چلا گیا، بھوک کی شدت کے سبب یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی جان نکل جائے گی، لیکن میں نے کہا کہ میں اپنے رب سے کیا ہوا عہد نہیں توڑوں گا، میرے پیٹ سے الجوع الجوع (ہائے بھوک) کی آوازیں آرہی تھیں، اتفاقاً حضرت شیخ ابو سعید مخزومی وہاں سے گزر رہے تھے وہ تشریف لائے اور فرمایا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ میں نے بتایا کہ یہ نفس کے اضطراب کی علامات ہیں تاہم روح اپنے مولا کی یاد میں پرسکون ہے۔

وہ تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ میرے پاس باب ازج میں آجاؤ، میں نے طے کیا کہ نہیں جاؤں گا، اتنے میں حضرت ابو العباس خضر تشریف لائے اور مجھے جانے کا مشورہ دیا، میں شیخ ابو سعید مخزومی کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا پھر مجھے خرقہ عطا فرمایا۔[2]

سراپائے اقدس :

علامہ شطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں امام علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی کے حوالے سے حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی کا حلیہ مبارکہ بیان کیا ہے[3]۔ ۱۶ر جمادی الآخرہ بروز دوشنبہ ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء کو سید محمود جان قادری برکاتی کی فرمائش پر امام احمد رضا بریلوی نے ایک نشست میں اس کا ترجمہ اردو نظم میں کیا، ذیل میں وہ ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

---

[1] احمد بن تیمیہ، علامہ : فتاویٰ ابن تیمیہ (طبع سعودیہ) ج ۱ ص ۱۷۲

[2] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۱۰۰-۱۰۱

[3] علی بن یوسف شطنوفی، علامہ : بہجۃ الاسرار ص ۹۰

سراپائے نورانی شاہِ جیلانی محبوب ربانی

۱۳۲۲ ہجری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَ اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَ التَّسْلِیْمُ

حمدِ حق نعتِ نبی توصیفِ غوث — بعد ازاں سُن طالبِ تعریفِ غوث

غوثِ اعظم کے فدائی کان لا — ذکرِ شہ ہے نذرِ شہ کو جان لا

حلیۂ اقدس کہ عینِ نور ہے — بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے

ترجمہ ترتیب وار اس کا لکھوں — گوہرِ منثور کو لڑیوں میں لوں

وہ مبارک نثر ہو نثرہ نثار! — یہ ثریا نظم ہو شعریٰ شعار

کَانَ شَیْخُنَا شَیْخُ الْاِسْلَامِ مُحْیِی الدِّیْنِ اَبُوْمُحَمَّدٍ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نَحِیْفَ الْبَدَنِ

وہ کسا جسم مبارک عرش نما — وہ نحافت میں نزاکت کی ادا

جس پہ واریں خلد میں اپنی پھبن — یاسمیں، نسریں، سمن، گل نسترن

رَبْعَ الْقَامَۃِ عَرِیْضَ الصَّدْرِ

قد میانہ سروِ باغِ مصطفےٰ — سینہ چوڑا صحنِ باغِ اصفیا

کیوں نہ ہو سینہ کشادہ دلکشا — حاشیہ ہے شرحِ صدرِ شاہ کا

عَرِیْضَ اللِّحْیَۃِ طَوِیْلَھَا

ہے عریض ان کی محاسن اور طویل — ہیں جزیل ان کے محاسن اور طویل

عرض و طولِ ریش وافر با وقار — طولِ عرضِ سائلاں کے ذمہ دار

اَسْمَرَ اللَّوْنِ

اَسْمَرُ اللَّوْنِ ان کی رنگت گندمی — خوبیٔ حسن و ملاحت سے بھری

گندمی رنگت سہانی دل کشا — وہ سنہرا پھول باغِ نور کا

مَقْرُوْنُ الْحَاجِبَیْنِ

ابروئے پیوستہ کی دل کش بہار — سو ہلالِ عید ہوں جس پر نثار

دونوں ماہِ عید کی یکجا ہے دید — لو مبارک قادری عید عید
شاد شاداں جان و دل قرباں کرو — جانِ کہنہ دے کے جانِ تازہ لو
شام تک عید یہ نوبت تمام — یہ مہِ جاوید ہے عیدِ دوام

اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ

اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ ہے وصفِ مبیں — یعنی آنکھیں ہیں بڑی اور سرمگیں
کیا بڑائی ان بڑی آنکھوں کی ہو — جو عیاں دیکھیں رسول اللہ کو
کیا بڑی اللہ اکبر آنکھ ہے — دیدِ اکبر سے مکبر آنکھ ہے
وہ خدا بیں بندہ پرور آنکھ واہ — مصطفےٰ بیں فیض گستر آنکھ واہ
قدرتی بے سرمہ آنکھیں سرمگیں — باغ مَا زَاغَ الْبَصَرُ سے خوشہ چیں

ذَا صَوْتٍ جَھُوْرِیٍّ

جَھُوْرِیُّ الصَّوْتُ خوش اندازہ ہے — وہ بلند آوا بلند آوازہ ہے

وَسَمْتٍ بَہِیٍّ وَّقَدْرٍ عَلِیٍّ وَّعِلْمٍ وَّفِیٍّ

ہے عجب روشن رخِ اصحاب رفیع — [illegible]

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

بعد جدا اس جود پر ہر صبح و شام — سو درودیں سو تحیت سو سلام
اس سراپا نور پر بعدِ رسول — سر سے پا تک ہو درودوں کا نزول
بے عدد بے انتہا بے حد مدام — تا ابد ہر آن ہر لحظہ دوام

دُعاء

یاالٰہی اس سراپا کے لیے — قادریوں پر تری رحمت رہے
تیری رافت حفظِ ہر آفت سے ہو — ان سے جو کچھ کام ہو راحت سے ہو
زندگی بھر ناز و نعمت میں پلیں — بعدِ مُردن ظلّ عزت میں چلیں
جب گروہوں کی پکار اس جا پڑے — یہ پکارے جائیں ان کے نام سے
ان کی دعوت میں ہو شامل ان کا نام — یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِہِمْ
یہ رضا اور اس کے احباب اقربا — سب انہیں میں پائیں رضوان و رضا
ان میں ہوں ان میں رہیں ان میں مریں — ان میں اٹھیں عیشِ خلد ان میں کریں

جیتے جی بندہ غلام شاہ ہو   بعد مردن ان کی خاک راہ ہو

وہ محرک نظم کے محمود جاں   سید والاحسب صالح جواں

وہ بھی ہوں مسعود تن محمود جاں   میں بھی ہوں محمود تن مسعود جاں

یَا اِلٰہَ الْحَقِّ اَجِبْ قَوْلِیْ اَجِبْ

اِسْتَجِبْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ اِسْتَجِبْ [1]

آغاز رشد و ہدایت

حضرت شیخ نے بغداد میں شریعت و طریقت کے علوم و معارف حاصل کر لیے تو مخلوق خدا کو فیض یاب کرنے کا وقت آگیا، ماہ شوال ۵۲۱ھ/۱۱۲۷ء کو محلہ حلبہ برانیہ میں آپ نے وعظ کا آغاز فرمایا [2]

مدرسہ قادریہ :

بغداد کے محلہ باب الازج میں حضرت شیخ ابو سعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے حضرت شیخ کے سپرد کر دیا جہاں آپ نے تدریس، افتاء، وعظ اور علمی اجتہاد اور عملی جہاد کا کام شروع کیا، بہت جلد آپ کا شہرہ دور دراز تک پہنچ گیا اور تشنگان علوم شریعت و طریقت پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ اس کے ساتھ ہی مدرسہ کی توسیع کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ چنانچہ اہل ثروت عقیدت مندوں نے مالی اور درویشوں نے جسمانی خدمات پیش کر دیں ۵۲۸ھ/۱۱۳۴ء میں یہ مدرسہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور حضرت شیخ کی نسبت سے قادریہ مشہور ہوا [3]

تبلیغ، تدریس اور افتاء کا عرصہ :

آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ ۵۲۱/۱۱۲۷ء سے شروع کیا اور تدریس کا آغاز ۵۲۸ھ/۱۱۳۴ء سے شروع کر کے ظاہری حیات کے آخر (۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء) تک جاری رکھا، اس طرح آپ نے چالیس سال تبلیغ اور تینتیس سال تدریس و افتاء کے فرائض انجام دیے [4]

---

[1] محبوب علی قادری، مولانا : حدائق بخشش (نابھہ سٹیم پریس، نابھہ) ص ۸۱-۸۲

[2] علی بن یوسف شطنوفی، علامہ : بہجۃ الاسرار ص ۹۰

[3] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۵

[4] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۳۹

افتاء :

حضرت شیخ ، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے ، علماء عراق آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ، انہیں اس بات پر حد درجہ تعجب ہوتا کہ آپ قلم برداشتہ جواب تحریر فرماتے ہیں اور بالکل صحیح جواب دیتے ہیں ۔

آپ کے پاس ایسے ایسے استفتار آتے جن کے جواب سے دیگر علماء عاجز آ جاتے تھے آپ فوراً ان کا جواب عنایت فرما دیتے ، بلادِ عجم سے ایک سوال پیش ہوا جس کا جواب عراق عرب اور عراق عجم کے علماء نہ دے سکے ، سوال یہ تھا کہ ایک شخص نے تین طلاق کا قول کیا ہے اگر وہ ایسی عبادت نہ کرے جس میں اس کے ساتھ اس وقت کوئی دوسرا شریک نہ ہو ، وہ کونسی عبادت کرے ؟ حضرت شیخ نے اسی وقت جواب تحریر فرمایا کہ وہ مکہ معظمہ جائے ، اس کے لیے مطاف خالی کرا دیا جائے اور وہ تنہا سات چکر طواف کرے ، اس وقت اس عبادت میں کوئی دوسرا اس کے ساتھ شریک نہ ہوگا ، سوال کرنے والا ایک رات بھی بغداد میں نہ رہا اور اسی دن مکہ معظمہ روانہ ہو گیا [1]

تدریس :

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے درس و تدریس کا آغاز فرمایا تو علماء ، صلحاء اور فقہاء کا جم غفیر آپ کے پاس جمع ہو گیا ، دور دراز سے تشنگانِ علم حاضر ہوتے اور آپ کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے ، آپ چونکہ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے طلبہ کو کسی دوسرے عالم کے پاس جانے کی حاجت نہ رہتی ۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں تفسیر ، علوم حدیث ، فقہ ، اختلاف مذاہب ، اصول اور نحو کا درس دیتے ، ظہر کے بعد قرآن پاک تجوید و قرأت (قرأت مختلفہ) کے ساتھ پڑھاتے [2]

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا اندازِ تلقین انفرادی حیثیت کا حامل تھا ، کسی شخص کو فلسفہ یا علم کلام میں مصروف دیکھتے تو اس کا رُخ کمال لطافت کے ساتھ قرآن و حدیث اور معرفتِ الٰہیہ کی طرف پھیر دیتے ، حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کو علم کلام کے ساتھ گہرا شغف تھا ، جوانی کے عالم میں ہی اس علم کی متعدد کتابیں یاد کر چکے تھے ، ایک دفعہ اپنے عم محترم کے ہمراہ حضرت شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ۔ آپ کے چچا نے عرض کیا جناب ! میرا یہ بھتیجا علم کلام کا دلدادہ ہے

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی ، علامہ : قلائد الجواہر ص ۹ - ۳۸

[2] عبدالحق محدث دہلوی ، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۴۰

کئی دفعہ اسے منع کر چکا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا۔ شیخ سہروردی کا بیان ہے کہ حضرت نے مجھے فرمایا: تم نے اس علم کی کونسی کتاب یاد کی ہے، میں نے چند کتابوں کے نام عرض کیے،

فَمَرَّ بِيَدِهِ الْمُبَارَكَةِ عَلٰى صَدْرِيْ فَوَاللّٰهِ مَا نَزَعَهَا وَاَنَا اَحْفَظُ مِنْ تِلْكَ الْكُتُبِ لَفْظَةً وَاحِدَةً وَاَنْسَانِيَ اللّٰهُ مَسَائِلَهَا وَاَقَرَّ اللّٰهُ فِيْ صَدْرِيَ الْعِلْمَ اللَّدُنِّيَّ فِي الْوَقْتِ الْعَاجِلِ وَقُمْتُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَاَنَا اَنْطِقُ بِالْحِكْمَةِ [1]

آپ نے میرے سینے پر دستِ مبارک پھیرا، بخدا: ہاتھ پھیرتے ہی میری یہ حالت ہوگئی کہ مجھے ان کتابوں کا ایک لفظ بھی یاد نہ رہا، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ مسائل بھلا دیے اور اسی وقت مجھے علمِ لدنی عطا فرما دیا۔ وہاں سے اٹھتے ہی میری زبان پر ایمانی حکمت کے نکات جاری ہو گئے۔

اسی طرح شیخ مظفر منصور بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں فلسفے اور روحانیات کی ایک کتاب ساتھ لیے حضرت شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے کچھ پوچھے بغیر فرمایا: یہ کتاب برا ساتھی ہے جاؤ اور جاکر اسے دھو ڈالو، پھر مجھے پس و پیش میں دیکھ کر فرمایا: یہ کتاب مجھے دو، میں نے کھول کر دیکھی تو وہ سادہ کاغذوں پر مشتمل تھی اس میں ایک حرف بھی لکھا ہوا نہ تھا، آپ نے لے کر چند صفحات الٹے اور یہ کہتے ہوئے واپس دے دی کہ یہ فضائلِ قرآن پر ابن ضریس کی کتاب ہے، جب میں اٹھ کر واپس آیا تو میرے حافظے کے اوراق بالکل سادہ تھے، فلسفہ کا نام و نشان نہ تھا۔[2]

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات، ابرِ باراں کی طرح برستے ہیں اور چشم زدن میں حل حل کر جاتے ہیں ابو محمد خشاب نحوی کہتے ہیں کہ میں نوجوان تھا اور نحو پڑھا کرتا تھا ایک دن بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوا تو میری جانب خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے پاس رہو ہم تمہیں سیبویہ بنا دیں گے، چنانچہ میں حاضر ہوگیا، میرے پاس نحو کے قواعد و احکام اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ کا ایسا ذخیرہ جمع ہوگیا جو اس سے پہلے نہ تو مجھے معلوم تھا اور نہ ہی کسی سے سنا تھا اور ایک سال سے بھی کم عرصے میں، میں نے وہ کچھ حاصل کیا جو پوری زندگی میں حاصل نہ کر سکا تھا۔

تعلیم کے شعبے سے تعلق رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ کند ذہن اور غبی قسم کے طالب علم کس قدر سوہانِ رُوح ہوتے ہیں۔ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر قسم کے لوگوں کو کمال استقامت سے برداشت فرماتے تھے

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۳۰-۲۹

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۲۱

آئی نامی ایک عجمی طالب علم آپ سے پڑھا کرتا تھا۔ حالت یہ کہ کسی مسئلے کو سمجھنے کا نام ہی نہ لیتا، ابن السمعٰل نے ایک دن یہ کیفیت دیکھی تو اس طالب علم کے جانے کے بعد عرض کیا کہ تعجب ہے آپ ایسے طالب علم کو کس طرح برداشت فرماتے ہیں، فرمایا: میری مشقت کا عرصہ ایک ہفتے سے کم رہ گیا ہے، پھر یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چلا جائے گا۔ ایک ہفتے سے پہلے ہی وہ فوت ہو گیا[1]

تلامذہ اور خلفاء :

حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کے دریائے علم و معرفت سے ان گنت لوگ سیراب ہوئے تکمیل علوم کرنے اور خرقہ پہننے والوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچتی ہو گی۔ ذیل میں چند نامور علماء و مشائخ کے اسماء درج کیے جاتے ہیں جو چشمہ غوثیہ سے شاد کام ہوئے۔

ابو عمر و عثمان بن مرزوق قرشی، نزیل مصر، شیخ ابو مدین، قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الفراء، (مصنف الاحکام السلطانیہ) ابو محمد حسن الفارسی، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن خشاب نحوی، ابو العز عبد المغیث بن زہیر، حافظ العراق، ابو عمرو عثمان بن اسمٰعیل بن ابراہیم سعدی، اپنے دور کے شافعی کہلاتے تھے، ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم معروف بہ ابن الکیزانی، ابو محمد اصلان بن عبد اللہ، ابو منصور احمد بن ... الحربی المطاب، ابو عبد اللہ محمد بن ابی المعالی تاج الامراء الشیبانی، قاضی القضاۃ ابو القاسم عبد الملک بن عیسیٰ المارذینی، ابو بکر عبد اللہ بن نصر تمیمی، مفتی العراق، ابو عبد اللہ عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسی امیر المومنین فی الحدیث، امام موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، مقدسی (صاحب المغنی) ابو الحسن علی بن ابراہیم الیمنی، ابو القاسم عمر بن مسعود، معروف بہ بزار، ابو عبد اللہ محمد بطائحی نزیل بعلبک، ابو البقا عبد اللہ بن حسین العکبری، البصری (شارح حنبلی) ابو محمد عبد العزیز بن دلف، بغدادی، انہوں نے بہت زیادہ استفادہ کیا، ابو طالب عبد اللطیف الحرانی المعروف بہ ابن القبطی، سیدنا غوث اعظم سے سماع کرنے والوں میں سے آخری محدث ہیں۔ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم[2]

وعظ و ارشاد :

سیدنا غوث اعظم ہفتے میں تین دن خطاب فرماتے، جمعہ کی صبح، منگل کی شام اور اتوار کی صبح۔ طریقہ یہ تھا کہ پہلے

---

[1] ایضاً : ص ۹

[2] علی ابن یوسف شطنوفی، علامہ : بہجۃ الاسرار ۱۲-۱۰۶

قاری صاحب قرآن پاک کی تلاوت کرتے اس کے بعد حضرت خطاب فرماتے، سید مسعود ہاشمی تلاوت کرتے کبھی دوسرے دو حضرات تلاوت کرتے جو دونوں بھائی تھے، تلاوت سادہ انداز میں لحن کے بغیر ہوتی [1]

حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ ابتداءً مجھ پر وعظ و تقریر کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ خاموش رہنا میری طاقت سے باہر ہو جاتا، میری مجلس میں دو یا تین آدمی سننے والے ہوتے، مگر میں نے سلسلہ کلام جاری رکھا پھر لوگوں کا ہجوم اس قدر بڑھا کہ جگہ تنگ ہو گئی، پھر عید گاہ میں خطاب شروع کیا، وہ بھی ناکافی ہوئی تو شہر سے باہر کھلے میدان میں اجتماع ہونے لگا اور ایک ایک مجلس میں ستر ہزار کے قریب سامعین جمع ہونے لگے۔ چار سو افراد، قلم دوات لے کر آپ کے ملفوظات جمع کیا کرتے تھے [2]

جب آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور ہیبت اتنی ہوتی کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا پھر اچانک فرماتے: قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ سنتے ہی سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب رونما ہوتا، کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا، کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا، کچھ ایسے بھی ہوتے جن پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ طائر روح قفس عنصری سے ہی پرواز کر جاتا، غرض یہ کہ حاضرین اور سامعین میں سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا [3]

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھوں پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاریٰ تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے رہزنوں اور فسق و فجور میں مبتلا افراد جنہوں نے میرے ہاتھوں پر توبہ کی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے [4]

آپ کی ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی یہودی یا عیسائی مشرف باسلام ہوتا، ڈاکو، قاتل اور دیگر جرائم پیشہ اور بد عقیدہ لوگ تائب ہوتے [5]

حضرت شیخ عموماً عربی میں خطاب فرماتے لیکن بعض اوقات فارسی میں بھی خطاب فرماتے اسی لیے آپ کو ذوالبیانین واللسانین اور امام الفریقین کہتے ہیں [6] آپ کی کرامت یہ تھی کہ دور و نزدیک کے لوگ یکساں طور پر آپ کی آواز سنتے تھے

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۱۸

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : اخبار الاخیار، فارسی ص ۱۲

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : اخبار الاخیار، فارسی ص ۱۲

[4] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۱۹

[5] ایضاً : ص ۱۸

[6] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : اخبار الاخیار فارسی ص ۲۰

[7] ایضاً : زبدۃ الاسرار ص ۵۸

بارگاہِ نبوت کے فیوض :

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت جہاں دیگر ارباب علم وفضل سے فیض یاب ہوئی وہاں انہیں براہ راست بارگاہ رسالت سے بھی سیراب اور سرشار کیا گیا۔ ایک دن دوران وعظ فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا : بیٹے ! تم خطاب کیوں نہیں کرتے ؟ عرض کیا : میں عجمی ہوں، بغداد کے فصحاء کے سامنے لب کشائی کیسے کروں ؟ حضور نے مجھے سات مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا لوگوں سے خطاب کرو اور انہیں حکمت اور موعظہ حسنہ سے اپنے رب کی طرف بلاؤ، اتنے میں نماز ظہر پڑھی اور بیٹھ گیا، لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت علی مرتضیٰ تشریف فرما ہیں انہوں نے چھ مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا، عرض کیا سات کی تعداد پوری کیوں نہیں فرمائی ؟ فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر۔[1]

ایک مجلس میں حضرت شیخ علی بن الہیتی کو اونگھ آگئی، حضرت شیخ نے سلسلہ کلام منقطع کر دیا اور ان کے پاس جاکر باادب کھڑے ہوگئے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے کہا میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، حضرت شیخ نے فرمایا اسی لیے تو میں باادب کھڑا ہوں، شیخ علی بن ہیتی نے فرمایا :

میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا حضرت شیخ نے بیداری میں دیکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تاکید فرمائی کہ میں شیخ سے وابستہ رہوں۔[2]

حضرت شیخ نے ایک دفعہ فرمایا، ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم بقدم ہوتا ہے اور میں اپنے جد امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم بقدم ہوں، آپ نے جہاں سے قدم اٹھایا میں نے وہیں قدم رکھا سوائے مقام نبوت کے۔[3]

نبی کے قدموں پر ہے جز نبوت
کہ ختم اس راہ میں حائل ہے یا غوث
الوہیت ہی احمد نے نہ پائی،
نبوت ہی سے تو عاطل ہے یا غوث[4]

---

[1] ایضاً ، ص ۵۶

[2] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۵۹

[3] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۲۶

[4] احمد رضا بریلوی، امام : حدائق بخشش (مع ادبی جائزہ) ص ۲۵۲

تبحّرِ علمی :

فیضانِ نبوت وولایت کی موسلا دھار بارش نے سیدنا غوثِ اعظم کو علم وفضل کا بحرِ بے کراں بنا دیا تھا، آپ کے ارشادات کو سن کر بڑے بڑے اصحابِ کمال، اپنے عجز اور کم مائگی کے اعتراف پر مجبور ہو جاتے، حافظ ابو العباس احمد بن احمد بندنیجی کہتے ہیں کہ میں اور شیخ جمال الدین ابن جوزی حضرت شیخ عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں حاضر ہوئے قاری نے ایک آیت تلاوت کی، شیخ نے اس کی ایک تفسیر بیان کی پھر دوسری تفسیر پھر تیسری۔ میں ابن جوزی سے پوچھتا کہ آپ کو اس تفسیر کا علم ہے وہ اثبات میں جواب دیتے، یہاں تک کہ حضرت شیخ نے گیارہ تفسیریں بیان کیں۔ ابن جوزی یہی کہتے رہے کہ یہ تفسیر میرے علم میں ہے۔ جب سلسلہ اس سے آگے بڑھا تو انہوں نے کہا یہ تفسیر میرے علم میں نہیں ہے۔ حضرت شیخ نے چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر ایک کا قائل بھی بیان فرماتے گئے، ابن جوزی، شیخ کی وسعتِ علمی پر انگشت بدنداں تھے، اتنے میں حضرت شیخ نے فرمایا:

اب ہم قال کی بجائے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

سامعین کی کیفیتِ اضطراب اپنی انتہا کو پہنچ گئی، خود ابن جوزی کا یہ حال تھا کہ فرطِ اضطراب میں اپنا گریبان چاک کر دیا۔[1]

علامہ ابن جوزی :

ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ/۱۲۰۱ء) اپنے دور کے نامور مصنف اور نقادِ حدیث تھے، انہوں نے بہت سی احادیث کو اپنے معلومات کی مخالفت اور وہم کی بنا پر موضوع قرار دے دیا، علامہ ابن حجر عسقلانی نے متعدد مقامات میں ان پر بحث کی ہے اور کہا کہ احادیث کے موضوع قرار دینے میں ان پر اعتماد نہیں ہے، انہوں نے سُنت کے خلاف مروج بدعات پر سخت تنقید کی، اور اس میں اس حد تک آگے چلے گئے کہ صوفیائے کرام سے غلبۂ حال میں سرزد ہونے والے اقوال وافعال پر بھی شدید طعن کیا اور جنون وجہالت کا نتیجہ قرار دیا، شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

درحقیقت یہ بھی تلبیسِ ابلیس ہے جو اس راستے سے ان پر حملہ آور ہوئی ہے[2]

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۳۸

[2] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق : مقدمہ اشعۃ اللمعات (مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) ص ۲۲

ابن جوزی نے جہاں اپنی کتابوں میں بغداد اور دیگر مقامات کے اولیاء کرام کا ذکر کیا ہے۔ حضرت سیدنا غوث اعظم کا ذکر نہیں کیا، بلکہ بقول حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت شیخ پر انکار کیا اور اسی سبب سے پانچ سال جیل میں رہے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں میں نے مکہ معظمہ میں ایک رسالہ دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ بعض مشائخ اور علماء ابن جوزی کو حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں لے گئے اور معافی کی درخواست کی، شیخ نے انہیں معاف فرما دیا۔ شیخ محقق فرماتے ہیں میں نے یہ واقعہ اپنے شیخ سیدی عبدالوہاب سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا:

ابن جوزی بڑے عالم اور محدث تھے، الحمد للہ: کہ اس ورطہ سے نجات پا گئے۔

پھر فرمایا:

اے فلاں! شیخ عبدالقادر عظیم الشان بزرگ ہیں اور ان کا انکار زہر قاتل ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔[2]

يَرْحَمُكَ اللهُ :

ابراہیم الداری فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن جامع مسجد جاتے تو لوگ بازار میں ٹھہر جاتے تاکہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کی دعا کریں۔ ایک دن جمعہ کے روز آپ کو چھینک آئی تو مسجد میں حاضرین نے کہا

يَرْحَمُكَ اللهُ وَيَرْحَمُ بِكَ اللهُ

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی بدولت رحمت نازل فرمائے

لوگوں کی ملی جلی آوازوں کا شور سن کر مقصورہ مسجد (ایک کمرہ) میں موجود خلیفہ مستنجد باللہ نے پوچھا یہ آوازیں کیسی ہیں جب بتایا گیا کہ شیخ کو چھینک آئی ہے اور لوگ اس کا جواب دے رہے ہیں تو خلیفہ خوف زدہ ہو گیا[1] کہ جب شیخ کی چھینک کا یہ حال ہے تو ہم کس شمار و قطار میں ہیں۔

قول و فعل کی ہم آہنگی :

ایک خطیب کے لیے ضروری ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو ورنہ سامعین پر کما حقہ اثر نہ ہوگا، سیدنا

---

[2] ایضاً ص ۳۲

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۱۹

غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن مدرسہ نظامیہ میں خطاب فرما رہے تھے، فقراء اور فقہاء کی ایک جماعت حاضر تھی، اتنے میں چھت سے ایک بڑا سانپ آپ کی گود میں آگرا، حاضرین خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے، وہ سانپ آپ کے کپڑوں میں داخل ہو گیا اور گردن کے گرد لپٹ گیا، آپ نے نہ تو سلسلۂ کلام قطع کیا اور نہ ہی پہلو بدلا، پھر وہ الگ ہو کر دم کے بل کھڑا ہو گیا اور کچھ بات کی اور چلا گیا۔ حاضرین نے عرض کیا یہ کیا ماجرا تھا؟ حضرت شیخ نے فرمایا

> اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے متعدد بار اولیاء کو اس طرح آزمایا مگر کوئی بھی آپ کی طرح ثابت قدم نہ رہا، میں نے کہا کہ میں قضاء و قدر کے موضوع پر تقریر کر رہا تھا اور تو ایک معمولی کیڑا ہے جسے قضاء و قدر حرکت و سکون میں لاتی ہے، میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے قول و فعل میں تضاد پایا جائے[1]

جلالتِ علم :

تبلیغ و ہدایت کے لیے علمِ دین کا حامل ہونا نہایت ضروری ہے جو خود علم نہیں رکھتا اسے حق نہیں پہنچتا کہ دوسروں کو تبلیغ کرتا پھرے، حضرت شیخ نے جب تک علمی کمال حاصل نہ کر لیا میدانِ تبلیغ میں قدم نہ رکھا۔ ایک دفعہ بغداد کے ایک سو نمایاں فقہاء امتحان لینے کے لیے بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوئے، ہر ایک نے متعدد سوالات تیار کیے ہوئے تھے، جب تمام حضرات مجلس میں بیٹھ گئے تو حضرت شیخ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا، ان کے سینے سے نور کا ایک شعلہ برآمد ہوا اور تمام علماء کے سینوں پر سے گزر گیا، ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب مٹ گیا، اب ان کے غم و اضطراب کا عالم دیدنی تھا، کوئی چیخ رہا تھا، کسی نے عمامہ اتار پھینکا اور کسی نے گریبان چاک کر دیا۔ حضرت شیخ کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے ایک ایک سوال کا جواب عنایت فرمایا، چنانچہ سب نے بالاتفاق آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا[2]

مقصد کی لگن :

دینِ متین کی تبلیغ ہر صاحبِ علم کا فریضہ ہے، آج کل فتنہ و فساد کی کثرت کا بڑا سبب یہ ہے کہ مقررین نے اس شعبے کو ذریعہ معاش بنا لیا ہے اور معمولی سے عذر کو بنیاد بنا کر وعدہ کے باوجود جلسوں میں نہیں پہنچتے، سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اولاد امجاد میں سے کسی کی وفات کی اطلاع ملتی تو مجلس اور خطاب کو جاری رکھتے اور جب جنازہ حاضر ہوتا

---

[1] ایضاً، ص ۴۴

[2] عبدالوہاب شعرانی، امام، الطبقات الکبریٰ (مصطفیٰ البابی، مصر) ج ۱ ص ۱۲۸

تو کرسی سے اتر کر نماز جنازہ ادا فرماتے[1]

حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے:

میرے ہاں جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے ہاتھوں پر اٹھا کر کہا کہ یہ میت ہے، اس کے پیدا ہوتے ہی میں اسے اپنے دل سے نکال دیتا تھا[2]

حضرت شیخ کا زمانہ:

جب آپ بغداد تشریف لائے تو اس وقت ابو العباس مستظہر بامر اللہ (م ۵۱۲ ھ) کا عہد تھا، اس کے بعد مسترشد، راشد، المقتفی لامر اللہ اور المستنجد باللہ یکے بعد دیگرے تختِ حکومت پر متمکن ہوئے۔ اس دور میں سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی کشمکش اپنے عروج پر تھی، حصولِ اقتدار کے لیے بے دریغ مسلمانوں کا خون بہایا جاتا، گویا خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کی جگہ اقتدار اور دنیا کی محبت نے لے لی تھی۔ اسی لیے حضرت شیخ کے خطبات میں اخلاص، للّٰہیت اور خشیتِ الٰہیہ پر بہت زور دیا گیا ہے۔

فتنوں کا استیصال:

حضرت شیخ کے دور میں امتِ مسلمہ متعدد فتنوں کی زد میں تھی، آپ نے بیک وقت ان سب کا مقابلہ کیا اور کشتیٔ ملت کو بروقت سہارا دیا۔ اربابِ اقتدار کی رسہ کشی، علماءِ سوء اور ابن الوقت صوفیاء کی تبلیغِ دین سے بے رغبتی دنیا اور جاہ و زر کی محبت اور مسلمانوں کے سیاسی اضمحلال کے نتیجے میں جو فتنے پیدا ہوئے ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا جاتا ہے اور یہ کہ حضرت شیخ نے ان کا کیا علاج تجویز کیا؟

۱۔ اربابِ اقتدار کے باہمی مناقشات اور تختِ حکومت پر قابض ہونے کی ہوس، حضرت شیخ نے اپنے خطبات میں اخلاص، للّٰہیت اور خشیتِ الٰہیہ پر زور دیا، دنیا کے مقابلے میں آخرت اور آخرت کے مقابلے میں رضاءِ الٰہی کے طلب کرنے کی تلقین فرمائی۔

۲۔ اسلامی خلافت کے روبہ زوال ہونے اور مسلمانوں کے سیاسی اور علمی اعتبار سے کمزور ہونے کے سبب عیسائیت

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۵۵

[2] عبد الوہاب شعرانی، امام: الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۹

[3] ابو الحسن علی ندوی: تاریخ دعوت و عزیمت (مجلس نشریات اسلام، کراچی) ج ۱ ص ۲۰۵

نئے ہتھکنڈوں سے لیس ہو کر علمی، فکری اور معاشرتی لحاظ سے اسلام پر حملہ آور ہو رہی تھی اس لیے حضرت شیخ نے توحید اور اسلام کی حقانیت پر بہت زیادہ زور دیا اور قوم مسلم کی کامیابی کا راستہ صرف اور صرف صحیح معنوں میں مسلمان بننے کو قرار دیا۔

۳۔ پانچویں اور چھٹی صدی میں اُموی اور عباسی خلفاء کے ابتدائی سلسلے نے منطق و فلسفہ اور دیگر علوم کا لٹریچر دوسری زبانوں سے عربی میں منتقل کیا بڑے بڑے فضلاء اس کام کے لیے مختص کیے اور یہ باور کر لیا گیا کہ یہ علم و دانش کی بہت بڑی خدمت ہے، لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمان فلسفی افکار و نظریات کے زیرِ اثر، عقلیت محضہ سے متاثر ہونے لگے یعنی وحی و نبوت کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر عقل آوارہ کی راہنمائی کو کافی سمجھنے لگے اور جو باتیں از قبیل معجزات و کرامات ان کی سمجھ میں نہ آتیں ان کی بے دھڑک تاویلیں کرنے لگے، حضرت شیخ نے اپنے خطبات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ، صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی پیروی کی اہمیت کو بھر پور انداز میں پیش کیا اس طرح انہوں نے مسلمانوں کو معتزلہ، باطنیہ اور فلاسفہ کی راہ پر چلنے سے منع کیا، اس سے پہلے شیخ مظفر منصور کا واقعہ گزر چکا ہے کہ انہیں فلسفہ کی قلمی کتاب دھو ڈالنے اور فضائل قرآن کی کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔

۴۔ اس دور میں شیعی تعصب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، ان کے غلط رجحانات روز بروز زور پکڑتے جا رہے تھے بلاخر اس غلط تعصب نے عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیا، حضرت شیخ نے نہ صرف صحابہ کرام کی عظمت کو اجاگر کیا اور ان کی پیروی کو ذریعہ نجات قرار دیا بلکہ ان کے ارشادات کو بہ طور سند و استشہاد پیش کیا۔

۵۔ فسق و فجور کی کثرت کا علاج، تقویٰ و پرہیزگاری، تزکیۂ نفس اور خدا اور رسول کی اطاعت کی تعلیم سے کیا۔[1]

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ کے خطبات سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس دور کے فتنوں کے استیصال کے لیے ہوتے تھے اور اس مقصد میں کامیابی کا یہ عالم تھا کہ ہر مجلس میں غیر مسلم مشرف با سلام ہوتے، بدمذہب راہِ راست پر آتے اور فساق و فجار تائب ہو کر تقویٰ و طہارت کی راہ پر گامزن ہو جاتے۔

اندازِ بیان :

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نہایت سادہ اور عام فہم انداز میں دین کے اسرار و رموز بیان فرما دیتے تھے، آپ کا خطاب نہ تو طویل ہوتا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کا الجھاؤ پایا جاتا، آپ کے ہاں فلسفیانہ موشگافی نہیں بلکہ قرآن پاک کا حکیمانہ انداز پایا جاتا ہے، ایک ہی مجلس میں مختصر جملوں

[1] عبدالنبی کوکب، علامہ : شاہِ جیلان (رضا اکیڈمی، لاہور) ص ۹ - ۶۸

میں متعدد موضوعات پر اظہار خیال فرماتے، آپ کا ایک ایک جملہ سامعین کے دل و دماغ میں اتر جاتا۔ دین متین کی تعلیمات کو پر کشش انداز میں بیان فرماتے، بعض اوقات پر جلال کلمات بھی زبان مبارک سے صادر ہو جاتے جن سے ہر بڑا چھوٹا متاثر ہوتا، موقع و محل کے مطابق قرآن پاک کی آیات اور احادیث طیبہ کو بیان کرتے بعض اوقات صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے ارشادات بھی زیب سخن بنتے، اسی طرح کبھی کبھی مقصد کو ذہن نشین کرنے کیلیے تمثیلات بھی بیان فرما دیتے۔

عکسِ خطابت

ذیل میں آپ کے ارشادات اور خطبات کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ آپ نے اپنے دور کی ضروریات کو کس طرح پورا کیا، آپ کے ارشادات کی افادیت آج بھی بدستور باقی ہے۔ ضرورت صرف اتنی ہے کہ ہم دل و جان سے متوجہ ہو کر ان کا مطالعہ کریں۔

فریادِ اسلام:

اے قوم: اسلام رو رہا ہے، ان فاسقوں، فاجروں، مبتدعین، گمراہوں، جھوٹ کا لباس پہننے والے ظالموں اور جھوٹے دعویداروں سے سر پر ہاتھ رکھ کر پناہ مانگ رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے، ان لوگوں کو دیکھو جو تم سے پہلے گزر گئے اور جو تمہارے ساتھ تھے، امر و نہی کے ساتھ حکم چلاتے تھے، کھاتے پیتے تھے اب حالت یہ ہے کہ گویا کبھی موجود تھے ہی نہیں۔

تو کتنا سنگ دل ہے، کتا پورے خلوص کے ساتھ اپنے مالک کے لیے شکار کرتا ہے، اس کی کھیتی اور چوپایوں کی دیکھ بھال کرتا ہے، پہرہ دیتا ہے اور مالک کو دیکھ کر دُم ہلاتا ہے، حالاں کہ وہ اسے رات کے وقت چند لقمے کھلا دیتا ہے یا کوئی اور معمولی چیز کھلا دیتا ہے اور تو پیٹ بھر کر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتا ہے پھر بھی اس کا شکر بجا نہیں لاتا، اس کا حق ادا نہیں کرتا، اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا اور اس کی حدود کی پاسداری نہیں کرتا۔[1]

---

[1] عبد القادر جیلانی، غوث اعظم سید : الفتح الربانی (عربی) (دار المعرفۃ، بیروت) ص ۳۰۱

دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت :

دینِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیواریں گر رہی ہیں، بنیاد بکھر رہی ہے، اے زمین کے باسیو! آؤ جو منہدم ہو چکا ہے اسے مضبوط کریں اور جو گر چکا اسے بحال کریں [1]

اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ :

اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ جیسے اولیاء کرام تھے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تمہاری ہو جائیں جیسے ان کے لیے تھیں اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا ہو جائے تو اس کی اطاعت کرو، اس کی معیت میں صبر کرو، اس کے افعال پر راضی رہو خواہ وہ تم سے متعلق ہوں یا دوسروں سے، اولیاء کرام دنیا میں رہ کر اس سے بے نیاز رہے، اپنا حصہ اس سے تقویٰ و ورع کے ہاتھ سے لیا، پھر آخرت کو طلب کیا، اس کے لیے اعمال صالحہ کیے، اپنے نفسوں کی مخالفت اور اپنے رب کی اطاعت کی، پہلے اپنے آپ کو پھر دوسروں کو نصیحت کی [2]

اسی کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو :

افسوس! تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اطاعت دوسروں کی کرتا ہے، اگر تو فی الواقع اس کا بندہ ہوتا تو تیری دوستی اور دشمنی اسی کی خاطر ہوتی، صاحبِ یقین مومن، اپنے نفس، شیطان اور اس کی خواہش پر عمل پیرا نہیں ہوتا، وہ شیطان کا شناسا ہی نہیں ہے اس کی اطاعت کیوں کرے گا؟ وہ دنیا کی پروا نہیں کرتا اس کے لیے ذلیل کیوں ہوگا، وہ تو اسے ذلیل کرتا ہے اور آخرت کا طلب گار رہے۔ اور جب اسے آخرت مل جاتی ہے تو اسے بھی ترک کر دیتا ہے اور اپنے مولیٰ تعالیٰ سے وابستہ ہو جاتا ہے ہر وقت اسی کی مخلصانہ عبادت کرتا ہے، اس نے اپنے رب کا فرمان سن رکھا ہے۔

وَمَا أُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ انہیں یہی حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اس کے لیے خالص کرتے اور ہر باطل سے اعراض کرتے ہوئے مخلوق کو شریک بنانا چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مان، وہی تمام اشیاء کا خالق ہے، تمام چیزیں

---

[1] ایضاً، ص ۲۹۵

[2] عبدالقادر جیلانی، غوث اعظم سید : الفتح الربانی ص ۵

اسی کے دستِ قدرت میں ہیں، اس کے غیر سے طلب کرنے والے: تو بے عقل ہے، کوئی چیز ایسی بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں نہیں ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ [1]

ہر شے کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔

مقام فنا:

حدیث شریف میں ہے:

اَلْمُکَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِیَ عَلَیْہِ مِنْ مُّکَاتَبَتِہٖ دِرْھَمٌ

مکاتب (وہ غلام جسے مولا کہے کہ اتنی رقم ادا کردو اور آزادی حاصل کرلو)

اس وقت تک غلام ہے جب تک بدل کتابت کا ایک درہم بھی اس کے ذمہ باقی رہے۔ السیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا صوفیانہ مطلب یہ بیان کیا:

جب تک بندے کے وجود کا ایک ذرہ اور ماسوی اللہ کے ساتھ اس کا معمولی تعلق بھی باقی رہے وہ حریت اور فنا کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔[2]

ذاتی طور پر مالک نفع وضرر:

جب تو اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو تجھے کس نے طعام دیا ہے تجھے اپنی ذات پر اعتماد ہے، اپنے مخلوق، درہم ودینار، بیع وشرار اور بادشاہِ وقت پر بھروسہ ہے، تو جس پر اعتماد کرتا ہے وہ تیرا خدا ہے، تو جس سے ڈرتا ہے، جس سے امید لگاتا ہے وہ تیرا خدا ہے، جسے تو نفع اور نقصان دینے والا جانتا ہے اور تیرا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں پر نفع اور نقصان جاری کیا ہے وہ تیرا خدا ہے، عنقریب تجھے اپنا انجام معلوم ہوجائے گا۔[3]

---

[1] ایضاً: ص ۱۷

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: اشعۃ اللمعات، فارسی (طبع سکھر) ج ۳ ص ۲۰۸

[3] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم: الفتح الربانی ص ۴۱

اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ مخلوقات میں سے کوئی نفع اور نقصان دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں پر جاری کیا ہے تو یہ اعتقاد نہ تو شرک ہے اور نہ ہی عقیدۂ توحید کے منافی ہے۔

تقدیر :

لے موحدو! اے مشرکو! مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں (از خود) کوئی چیز نہیں ہے، بادشاہ، غلام، سلطان، غنی اور فقیر سب تقدیر الٰہی کے قیدی ہیں، ان سب کے دل اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں وہ جیسے چاہتا ہے ان میں رد و بدل فرماتا ہے۔[1]

صفاتِ الٰہیہ :

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو پسندیدہ صفات کے ساتھ موصوف بتایا ہے تم ان کی تاویل کرتے ہو اور اس کے فرمان کی مخالفت کرتے ہو، تمہارے پاس وہ وسعت کہاں؟ جو صحابہ اور تابعین کے پاس تھی، ہمارا رب عزوجل عرش پر ہے جیسے خود اس نے فرمایا بغیر کسی تشبیہ کے اور اسے معطل یا جسم مانے بغیر۔[2]

(اس میں مسلک اہل سنت کی تائید اور معتزلہ کا رد ہے کہ وہ تاویلات سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے ہیں،)

اسمِ اعظم :

علامہ سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں:

قَالَ الْقُطْبُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلَانِيُّ اَلْاِسْمُ الْاَعْظَمُ هُوَ اللّٰهُ لٰكِنْ بِشَرْطِ اَنْ تَقُوْلَ اللّٰهُ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ سِوَاهُ[3]

قطب وقت عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کہ اسم اعظم "اللہ" ہے بشرطیکہ اللہ کہتے وقت تمہارے

---

[1] ایضاً : ص ۶۷

[2] ایضاً : ص ۶۶

[3] احمد الطحطاوی، سید : حاشیہ مراقی الفلاح (مطبعہ الخیریہ، مصر) ص ۲

(ب) علی بن یوسف شطنوفی، امام : بہجۃ الاسرار ص ۶۸

دل میں اس کے سوا دوسرا کوئی نہ ہو۔

مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں محو استراحت ہوتیں اور دل پاک بیدار ہوتا، آپ جس طرح آگے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے دیکھتے، ہر شخص کی بیداری اس کے حال کے مطابق ہے، کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیداری کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کوئی آپ کی خصوصیات میں شریک ہو سکتا ہے، ہاں آپ کی امت کے ابدال اولیاء آپ کے بچے ہوئے کھانے اور پانی کو تناول کرتے ہیں، انہیں آپ کے مقامات کے دریاؤں میں سے ایک قطرہ اور آپ کی کرامات کے پہاڑوں سے ایک ذرہ دیا جاتا ہے کیوں کہ وہ آپ کے مقتدی ہیں، آپ کے دین پر عمل پیرا ہیں، آپ کے دین کی خدمت اور راہنمائی کرتے ہیں اور آپ کے دین و شریعت کے علم کی اشاعت کرتے ہیں

کتاب و سنت کے پروں کے ساتھ بارگاہِ خداوندی کی طرف پرواز کر، دربار الٰہی میں اس حال میں حاضر ہو کر تیرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو، حضور کو اللہ تعالیٰ کا وزیر اور اپنا معلم بنا، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں تہذیب و تربیت دے کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دیا کرتے، آپ روحانی [illegible] مریدین کے مربی، مقام محبوبیت پر فائز ہونے والوں کے سردار، اولیاء کے امام اور ان کے درمیان احوال و مقامات تقسیم کرنے والے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کارِ تقسیم آپ کے سپرد کر دیا ہے (حدیث شریف میں ہے انما انا قاسم و یعطی اللہ ۱۲ قادری) آپ کو سب کا امیر بنا دیا ہے، دستور ہے کہ جب بادشاہ کی طرف سے لشکر کو خلعتیں دی جاتی ہیں تو انہیں امیر ہی تقسیم کرتا ہے [1]

مقام انبیاء علیہم السلام :

انبیاء علیہم السلام ہمیشہ اپنے نفوس، طبائع اور خواہشات کی مخالفت کرتے رہے یہاں تک کہ ریاضت و مجاہدہ کی کثرت کے سبب حقیقت کے لحاظ سے زمرۂ ملائکہ میں داخل ہو گئے [2,3]

---

[1] امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم — رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

[2] عبدالقادر جیلانی، غوث اعظم : الفتح الربانی ص ۱۴۳

[3] ایضاً : ص ۶۹

طریقِ محبت :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ

تم فرما دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو

اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ راہِ محبت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی پیروی کرو[1]

اتباعِ شریعت :

جو شخص آدابِ شریعت نہیں اپناتا، قیامت کے دن آگ اسے ادب سکھائے گی[2]

وہ حقیقت بے دینی ہے جس کے لیے شریعت گواہی نہ دے[3]

کتاب و سنّت :

جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا ایک ہاتھ میں آپ کی شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن پاک نہیں تھامتا اس کی رسائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں ہو سکتی، وہ تباہ اور برباد ہو جائے گا، گمراہی اور ضلالت اس کا مقدر ہو گی، یہ دونوں بارگاہِ الٰہی تک تیرے راہنما ہیں، قرآن پاک، تمہیں دربارِ خدا تک اور سنت، بارگاہِ مصطفیٰ تک پہنچائے گی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[4]

تم اپنی نسبت اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح کر لو، جو صحیح معنوں میں آپ کا پیروکار ہوا اس کی نسبت صحیح ہے، اتباع کے بغیر تمہارا یہ کہہ دینا مفید نہیں کہ ہم حضور کی امت میں سے ہیں، جب تم اقوال و افعال میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرو گے تو آخرت میں آپ کی صحبت میں ہو گے[5]

---

[1] ایضاً ، ص ۱۴۳

[2] ایضاً ، ص ۹۱

[3] ایضاً ، ص ۹۰

[4] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی ص ۹۱

[5] ایضاً ، ص ۹۰

اخلاص اور عمل :

اے شہر والو! تمہارے اندر نفاق بڑھ گیا ہے اور اخلاص کم ہو گیا ہے، اعمال کے بغیر اقوال کی کثرت ہے عمل کے بغیر قول فائدہ نہیں دیتا، وہ تیرے حق میں نہیں بلکہ تیرے مخالف دلیل ہے، وہ بے جان جسم ہے، وہ ایک ایسا بُت ہے جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پاؤں اور نہ ہی اس میں پکڑنے کی صلاحیت ہے، تمہارے اکثر اعمال بے رُوح لاشے ہیں، رُوح کیا ہے؟ اخلاص، توحید، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر ثابت قدمی[1]

وہ علم ــــ جس کے ساتھ عمل نہ ہو :

علم چھلکا ہے اور عمل مغز، چھلکے کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ مغز محفوظ رہے اور مغز کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس سے تیل نکالا جائے، وہ چھلکا کس کام کا جس میں مغز نہ ہو، اور وہ مغز بے کار ہے جس میں تیل نہ ہو، علم ضائع ہو چکا ہے کیوں کہ جب علم پر عمل نہ رہا تو علم بھی ضائع ہو گیا، عمل کے بغیر علم کا پڑھنا اور پڑھانا کیا فائدہ دے گا؟ اے عالم! اگر تو دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اپنے علم پر عمل کر تاکہ لوگوں کو علم سکھا سکے[2]

وہ عمل ــــ جس کے ساتھ علم نہ ہو :

مجھے تیری مدح یا ذم، دینے اور نہ دینے کی فکر نہیں ہے، تیری خیر اور شر اور تیرے متوجہ ہونے یا نہ ہونے کو بھی میں خاطر میں نہیں لاتا، تو جاہل ہے اور جاہل کی پروا نہیں کی جاتی، اگر تجھے موقع ملے اور تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو تیری عبادت مردود ہو گی، کیوں کہ یہ عبادت، جہالت پر مبنی ہے اور جہالت تمام تر فساد کا باعث ہے[3]

---

[1] ایضاً : ص ۷۰

[2] ایضاً : ص ۱۰۶

[3] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی ص ۷۰

پہلے فرائض پھر نوافل :

صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ پہلے فرائض ادا کرے جب ان سے فارغ ہو تو سنتیں ادا کرے پھر نوافل اور فضائل میں مشغول ہو، فرائض سے فارغ ہوئے بغیر سنتوں کا ادا کرنا بے وقوفی اور سرکشی ہے، فرائض کے ادا کرنے سے پہلے سنتوں اور نفلوں میں مصروف ہوا تو وہ مقبول نہ ہوں گے بلکہ وہ ذلیل کیا جائے گا۔[1]

نماز اور دیگر اعمال :

اے لڑکے! تو دنیا میں بقا اور عیش کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ امور کو تبدیل کر دے تو نے سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لینا کافی ہے، یہ تیرے لیے اسی وقت مفید ہوگا جب تو اس کے ساتھ کچھ اور امور (اعمالِ صالحہ) ملائے گا، ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے، جب تو گناہوں، لغزشوں میں مبتلا اور احکامِ الٰہیہ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا ان پر اصرار کرے گا، نماز، روزہ، صدقہ اور افعالِ خیر ترک کرے گا تو یہ دو شہادتیں تجھے کیا فائدہ دیں گی؟ جب تو نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو یہ ایک دعویٰ ہے، تجھے کہا جائے گا اس دعوے پر دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کا ادا کرنا، جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا آفتوں پر صبر کرنا اور تقدیرِ الٰہی کو تسلیم کرنا اس دعویٰ کی دلیل ہے، جب تو نے یہ عمل کیے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے، قول بغیر عمل کے اور عمل بغیر اخلاص اور اتباعِ سنّت کے مقبول نہیں ہے۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے جب کہ محققین متکلمین کے نزدیک ایمان نام ہے ان امور کی تصدیق کا جو نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے، البتہ احکامِ اسلام تب جاری ہوں گے جب زبان سے اقرار کرے گا اور ایمان کامل تب ہوگا جب اعمالِ صالحہ پائے جائیں گے۔[2]

زہد کیا ہے؟

جو آخرت کا طلب گار ہو اسے دنیا سے بے نیاز ہو جانا چاہیے، اور جو اللہ تعالیٰ کا طالب ہو اسے آخرت

---

[1] ایضاً : قلائد الجواہر عربی، مقالہ ۴۸ ص ۹۰

[2] عبد القادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی ص ۱۰

سے بھی بے نیاز ہو جانا چاہیے، دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو اپنے رب کریم کے لیے ترک کر دے جب تک اس کے دل میں دنیا کی خواہش اور لذت باقی رہے گی، اور جب تک وہ کھانے پینے کی اشیاء، لباس، اہل و عیال، مکان، سواری اور اختیار و اقتدار سے راحت حاصل کرنا چاہے، یا فنونِ علمیہ میں سے کسی فن مثلاً مسائل عبادات سے زیادہ فقہ، روایتِ حدیث، یا مختلف قراءات سے قرآن پاک کے پڑھنے، نحو، لغت یا فصاحت و بلاغت میں محو ہو، یا فقر کے زوال اور دولت مندی کے حصول یا مصیبت کے زائل ہونے اور عافیت کے مل جانے کے لیے کوشاں ہو، مختصر یہ کہ نقصان سے بچنے اور نفع کے حاصل کرنے کی فکر میں ہو وہ پورا زاہد نہیں ہے کیوں کہ ان امور میں سے ہر ایک میں نفس کی لذت، خواہش کی موافقت طبیعت کی راحت اور اس کی محبت مضمر ہے اور اس سے اطمینان و سکون میسر ہوتا ہے، لہٰذا کوشش کیجیے کہ ان تمام امور کو دل سے نکال دیا جائے [1]

تصوف :

اے لڑکے! اپنے دل کو رزقِ حلال کے ذریعے صاف کر تجھے معرفتِ الٰہیہ حاصل ہو جائے گی، تو اپنے لقمے کو، اپنے لباس اور دل کو پاک صاف کر تجھے صفائی مل جائے گی، تصوف، صفا سے بنا ہے، اے اون کا لباس پہننے والے! تصوف میں سچا صوفی وہ ہے جو اپنے دل کو اپنے مولا کے ماسوا سے پاک کر لے اور یہ مقام رنگ برنگے کپڑے پہننے، چہروں کے زرد کر لینے اور کندھوں کے جھکا لینے، اولیاء کرام کے واقعات زبان پر سجا لینے اور تسبیح و تہلیل کے ساتھ انگلیوں کے متحرک کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، یہ مقام، مولا تعالیٰ کو سچے دل سے طلب کرنے، دنیا سے بے نیاز ہو جانے، مخلوق کو دل سے نکال دینے اور اپنے مولا کے ماسوا سے الگ تھلگ ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے [2]

عظمتِ صحابہ :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سچے تھے اس لیے تمام مال سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیا، آپ کے وصف کے ساتھ موصوف اور فقر میں

---

[1] ایضاً : فتوح الغیب (مع قلائد الجواہر)، مقالہ ۵، ص ۹۶-۹۷

[2] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی، ص ۹۰

آپ کے شریک ہو گئے، یہاں تک کہ عباد (جبّہ) پہن لی اور آپ کے ساتھ ظاہراً اور باطناً، سرّاً اور علانیۃً موافقت اختیار کر لی [1]

صحابۂ کرام کے ورع و تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ستر قسم کے مباح اس خوف سے ترک کر دیتے تھے کہ کہیں گناہ میں واقع نہ ہو جائیں اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصوں کو اس لیے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں واقع نہ ہو جائیں، انہوں نے اس احتیاط کے پیشِ نظر ایسا کیا کہ حرام کا ارتکاب تو کجا اس کے قریب سے بھی گزر نہ ہو [2]

مقامِ ولایت :

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اولیاء کرام کے حق میں حسنِ ظن نہیں رکھتا، ان کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری اختیار نہیں کرتا حالانکہ وہ رؤسا اور امراء ہیں، ان کے سامنے تیری کیا حیثیت ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے حل و عقد کا سلسلہ ان سے وابستہ کر دیا ہے، انہی کی بدولت آسمان بارش برساتا ہے اور زمین سبزہ اگاتی ہے۔ تمام مخلوق ان کی رعایا ہے ان میں سے ہر ایک پہاڑ کی طرح ثابت قدم ہے، بعض آفات و بلیات کی آندھیاں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتیں۔ وہ اپنے نفوس یا دوسروں کے طالب ہو کر مقامِ توحید اور اپنے مولا کی رضا سے نہیں ہٹتے [3]

تکوین :

بندہ جب مقامِ توحید و اخلاص پر فائز ہو جاتا ہے تو بعض اوقات اشیاء اس کے لیے پیدا کی جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تکوین میں داخل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات تکوین اس کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ اب یہ تکوین (باذن اللہ) خود اس کے لیے ہوتی ہے، جو شخص جنت میں داخل ہو گا وہ جس کے لیے کہے گا کُن (ہو جا) تو وہ ہو جائے گی لیکن عظمتِ شان آج کی تکوین میں ہے نہ کہ کل کی تکوین میں [4]

---

[1] ایضاً : ص ۹۷

[2] ایضاً : فتوح الغیب (برحاشیہ قلائد) مقالہ ۴۵ ص ۹-۹۸

[3] ایضاً : الفتح الربانی مجلس ۱۲ ص ۵۱

[4] عبد القادر جیلانی، غوث اعظم : الفتح الربانی مجلس ۶۲ ص ۲۳۹

اولیاء کرام کی بے ادبی :

لے اللہ تعالیٰ اور اس کے خواص سے جاہل ! ان کی غیبت کا ذائقہ نہ چکھ کیوں کہ وہ زہر قاتل ہے، خبردار، خبردار! زنہار ! زنہار ! ان کی برائی کے درپے نہ ہو کیوں کہ ان کے بارے میں غیرت کی جاتی ہے [1]

جب کوئی مشکل پیش آجائے :

اگر تجھے کوئی مشکل درپیش ہو اور تو صالح اور منافق میں فرق نہ کر سکے تو رات کو اٹھ کر دو رکعت نماز ادا کر اور اس کے بعد یہ دُعا مانگ ،

اے اللہ ! اپنی مخلوق میں سے صالحین تک میری راہنمائی فرما ، اس شخصیت کی طرف میری راہنمائی فرما جو مجھے تیری راہ دکھائے ، تیرا طعام مجھے کھلائے ، تیرا مشروب مجھے پلائے ، تیرے قرب کے نور کا سرمہ میری آنکھوں میں لگائے اور تقلید کے طور پر نہیں بلکہ کھلم کھلا جو کچھ دیکھے مجھے بتا دے [2]

تبلیغ دین کا معاوضہ :

میں تمام زندگی اولیاء کرام کے بارے میں حسن ظن رکھتا رہا ہوں اور ان کی خدمت کرتا رہا ہوں ، اس چیز نے مجھے فائدہ دیا ، میں تم سے نصیحت اور خطاب کا معاوضہ نہیں چاہتا ، میرے خطاب کا معاوضہ یہ ہے کہ اس پر عمل کرو [3]

میں تجھے نصیحت کرتا ہوں ، نہ تو تیری تلوار سے ڈرتا ہوں اور نہ ہی تیرے سونے کا طلب گار ہوں [4]

علماء اور اولیاء سے بغض :

پہلے لوگ دین اور دلوں کے اطباء ، اولیاء اور صالحین کی تلاش میں مشرق و مغرب کا چکر لگاتے تھے ، جب انہیں

---

[1] ایضاً : مجلس ۲۴ ص ۸۵

[2] ایضاً : مجلس ۲۶ ص ۹۳

[3] عبدالقادر جیلانی ، غوث اعظم : الفتح الربانی مجلس ۴۲ ص ۱۳۷

[4] ایضاً : مجلس ۳۹ ص ۱۲۷

ان میں سے کوئی مل جاتا تو اس سے اپنے دین کی دوا طلب کرتے تھے، اور آج تم فقہا، علما اور اولیاء سے بغض رکھتے ہو جو ادب اور علم سکھاتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ تم دوا حاصل نہیں کر پاتے [1]

علماءِ سوء :

تم ان علماء کی صحبت اختیار نہ کرو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے ان کی صحبت تمہارے لیے نحوست کا باعث ہو گی [2]

تو احوالِ باطنہ کو نہیں پہچانتا تو ان میں کلام کیوں کرتا ہے؟ تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں تو اس کی طرف کیوں بلاتا ہے؟ تو صرف اس مالدار کو پہچانتا ہے، اس بادشاہ کو پہچانتا ہے، تیرے لیے کوئی رسول و مرسل نہیں ہے تو ورع اور پرہیز کے ساتھ نہیں کھاتا، تو حرام طریقے سے کھاتا ہے۔ دین کے بدلے دنیا کا کھانا حرام ہے، تو منافق ہے دجال ہے، میں منافقوں کی دو کانوں کا دشمن ہوں، ان کی عقلوں کو تباہ کرنے والا ہوں، میرے کدال اس منافق کا گھر تباہ کر دیں گے اور اس کا ایمان سلب کر لیں گے جس کا وہ دعیدار ہے [3]

ان لوگوں کی بات مت سنو جو اپنے نفسوں کو خوش کرتے ہیں، بادشاہوں کے سامنے تواضع اختیار کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی نہیں سناتے، اگر سنائیں بھی سہی تو از راہِ منافقت اور تکلف سنائیں گے، اللہ تعالیٰ زمین کو ان سے اور ہر منافق سے پاک فرمادے یا انہیں توبہ کی توفیق دے اور اپنے دروازے کی جانب ہدایت عطا فرمائے [4]

مختصر یہ کہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریعت و طریقت کی تعلیمات بے خوف و خطر بیان کیں اور بد مذہب اور فریبی کو راہِ راست کی طرف بلایا، یقیناً وہ خوش بخت لوگ تھے جو حضرت کے ہاتھوں پر تائب ہوئے اور اپنی دنیا و آخرت کے سنوارنے کا انتظام کر گئے

---

[1] ایضاً، مجلس ۳۹ ص ۱۲۷

[2] ایضاً، مجلس ۱۴ ص ۵۱

[3] ایضاً، مجلس ۶۲ ص ۲۴۴

[4] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی مجلس ۶۲ ص ۲۴۵

محی الدین :

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ۵۱۱ھ میں جمعہ کے روز سیاحت سے برہنہ پا بغداد واپس آرہا تھا، میرا گزر ایک مریض کے پاس سے ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا تھا اور جسم کمزور تھا، اس نے مجھے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَبْدَ الْقَادِرِ : میں نے اسے سلام کا جواب دیا، اس نے مجھے قریب بلا کر کہا کہ مجھے بٹھا دو، میں نے اسے بٹھایا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کا جسم صحت مند ہو گیا، رنگ نکھر گیا اور حالت سدھر گئی، اس نے کہا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا میں دین ہوں، میں موت کے کنارے پہنچ چکا تھا تمہاری بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی عطا فرما دی ہے، اس سے رخصت ہو کر جامع مسجد پہنچا تو ایک شخص نے یا سیدی محی الدین کہتے ہوئے اپنے جوتے مجھے پیش کر دیے، پھر کیا تھا ہر طرف سے لوگ دوڑتے ہوئے آتے اور یا محی الدین کہتے ہوئے میرے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے [1]

اخلاق و عادات

خوفِ خدا :

ایمان، خوف و رجا کے درمیان ایک کیفیت کا نام ہے، اولیاء کرام پر اللہ تعالیٰ اور آخرت کا خوف اس قدر غالب ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی معصیت کی طرف راغب نہیں ہوتے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے طلب گار رہتے ہیں، حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حرم کعبہ میں دیکھا کہ کنکریوں پر چہرہ رکھے ہوئے عرض کر رہے تھے :

اے مالک! بخش دے اور اگر میں مستحقِ سزا ہوں تو قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھا تاکہ نیکوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے [2]

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۵۷

[2] سعدی شیرازی، مصلح الدین : گلستان (شرکت علمیہ، ملتان) باب ۲ ص ۶۷

علامہ اقبال نے یہ دعا کس خوب صورت انداز میں نظم کی ہے :

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر	روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر	از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

ارباب اقتدار سے استغناء :

اولیاء کرام کا معمول رہا ہے کہ ان کا سر بارگاہِ خداوندی میں جھکا ہوا سر ، سلاطین و ملوک کے سامنے خم نہ ہوا اور نہ ہی تخت و تاج کے ساتھ وابستگی ان کے لیے سرمایۂ افتخار رہی ، سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت خضر کا بیان ہے کہ میں تیرہ سال شیخ کی خدمت میں حاضر رہا ، میں نے نہیں دیکھا کہ وہ کسی بڑے آدمی کے لیے کھڑے ہوئے ہوں یا بادشاہ کے دروازے پر گئے ہوں یا بساطِ شاہی پر بیٹھے ہوں ، ایک دفعہ کے علاوہ بادشاہ کا کھانا کبھی تناول نہ فرمایا ، شاہانِ وقت اور امراء کے نرم اور گداز بستروں پر بیٹھنے کو ایسی سزا قرار دیتے تھے جو انسان کو دنیا ہی میں دے دی گئی ہو ۔ بادشاہ ، وزیر اور دیگر ارکانِ سلطنت حاضر ہوتے تو آپ پہلے ہی اٹھ کر گھر تشریف لے جاتے ۔ جب وہ لوگ آکر بیٹھ جاتے تو آپ تشریف لاتے ، اس طریقِ کار کا مقصد یہ تھا کہ کھڑے ہو کر ان کا استقبال نہ کرنا پڑے ، ان سے گفتگو کے دوران آپ کا لب و لہجہ سخت ہوتا اور موثر انداز میں انہیں نصیحت فرماتے ، وہ عجز و انکسار کا پیکر بنے آپ کے سامنے حاضر رہتے [1]

ایک دفعہ خلیفۂ وقت مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف ملاقات کے لیے آیا ، سلام کیا اور درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں اور ساتھ ہی دراہم و دنانیر کی دس تھیلیاں پیش کیں جنہیں دس خادم اٹھائے ہوئے تھے ، آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا ، خلیفہ کے اصرار پر دو تھیلیاں ہاتھوں میں لے کر دبائیں تو ان میں سے خون ٹپکنے لگا ، آپ نے فرمایا :

اے ابو المظفر ! تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں آتی کہ لوگوں کا خون چوس کر لاتے ہو اور مجھے پیش کرتے ہو ،

خلیفہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا ، حضرت شیخ نے فرمایا :

خدا کی قسم ! اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق کا پاس نہ ہوتا تو یہ خون بہتا ہوا خلیفہ کے محل تک پہنچ جاتا [2]

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی ، علامہ ، قلائد الجواہر ص ۲۰-۱۹

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی ، علامہ ، قلائد الجواہر ص ۳۰

حضرت شیخ برسرِ منبر سلاطین اور خلفاء و امراء کو کارِ خیر کا حکم دیتے اور بُرے کاموں سے منع فرماتے، ظالموں کے والی بنانے پر بلا خوف لومۃ لائم انکار فرماتے، جب خلیفۂ وقت مقتفی لامر اللہ نے ابوالوفا یحییٰ بن سعید المعروف بہ ابن مزاحم ظالم کو قاضی مقرر کیا، تو آپ نے برسرِ منبر خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تو نے ایک ظالم ترین شخص کو قاضی مقرر کر دیا ہے، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین کو کیا جواب دے گا؟

خلیفہ کانپ گیا اور اس کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا اور اسی وقت قاضی مذکور کو معزول کر دیا[۱]
خلیفۂ وقت کو خط لکھتے تو اس انداز میں:

عبدالقادر تمہیں یہ حکم دیتا ہے، اس کا حکم تم پر جاری اور اس کی اطاعت تم پر واجب ہے وہ تیرا مقتدا اور تجھ پر حجت ہے۔

خلیفہ کو مکتوب گرامی ملتا تو کھڑے ہو کر اسے بوسہ دیتا[۲]

غریب نوازی:

ضعف و نقاہت کے باوجود کوئی بچہ بھی درخواست کرتا تو حضرت شیخ اس کی بات کو بڑے سے بڑے بزرگ کی عزت کرتے، سلام کہنے میں ابتدا کرتے ضعیفوں اور فقیروں کی مجلس میں بیٹھتے، کبھی کسی معصیت کار اور مال دار کے لیے کھڑے نہ ہوتے[۳]

جب کوئی شخص ہدیہ پیش کرتا تو اسے فرماتے کہ جائے نماز کے نیچے رکھ دو، خود اسے ہاتھ نہ لگاتے، جب خادم آتا تو اسے فرماتے کہ جائے نماز کے نیچے جو کچھ ہے لے جاؤ اور نانبائی اور سبزی فروش کو دے آؤ، جب کبھی خلیفہ بطور ہدیہ ملعت بھجواتا تو فرماتے کہ ابوالفتح آٹے والے کو دے آؤ، اس سے علماء و فقہاء اور مہمانوں کے لیے آٹا قرض منگوایا کرتے تھے[۴]

حضرت شیخ عبدالرزاق قادری فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو اس کے بعد صرف ایک

---

۱ ایضاً: ص ۶

۲ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۵۴

۳ ایضاً: ص ۹۰

۴ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۹۲

مرتبہ حج کیا، واپسی پر مقام حلّہ میں اترے تو فرمایا اس جگہ سب سے غریب گھرانہ تلاش کرو، ویرانے میں ایک خیمہ ملا جس میں ایک بوڑھا، ایک بڑھیا اور ان کی بچی رہائش پذیر تھی، حضرت شیخ نے ان کی اجازت سے اسی جگہ قیام فرمایا، حلّہ کے رؤسا وامراء نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہمارے ہاں قیام فرمائیں، مگر آپ نے منظور نہ فرمائی، عقیدت مند جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انواع واقسام کے کھانے، جانور اور سونا چاندی کے نذرانے پیش کیے، حضرت شیخ نے سب کچھ اس بوڑھے کو عنایت فرما دیا اور خود صبح کے وقت وہاں سے روانہ ہو گئے۔[1]

ایک پریشان حال فقیر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں دریا پار کرنا چاہتا تھا لیکن میری ناداری کے سبب ملاح نے مجھے لے جانے سے انکار کر دیا، اتنے میں کسی عقیدت مند نے تیس دینار کی ایک تھیلی لا کر پیش کی۔ حضرت شیخ نے اس فقیر کو دے دی اور فرمایا ملاح کو یہ دو اور اس سے کہو کہ آئندہ کسی فقیر کو مایوس نہ کرے اور اپنی قمیص بھی اتار کر اسے دے دی جو بیس دینار میں فروخت ہو گئی۔[2]

رزقِ حلال :

صوفیائے کرام باطن کی صفائی کے لیے صدقِ مقال اور رزقِ حلال کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ حضرت شیخ نے حلال وطیب گندم ایک کاشتکار کو دی ہوئی تھی جسے وہ ہر سال کاشت کرتا، آپ کے بعض معتقدین اسے پیستے اور اس میں سے ہر روز چار پانچ روٹیاں پکا کر شام کے وقت پیش کر دیتے۔ شیخ کچھ اپنے لیے رکھ لیتے اور باقی حاضرین میں تقسیم فرما دیتے۔[3]

حضرت شیخ فرماتے ہیں میں نے تمام اعمال کی چھان بین کی مگر ان میں کھانا کھلانے سے افضل اور حسنِ اخلاق سے زیادہ شرافت والا کوئی عمل نہ پایا، یہ بھی فرماتے کہ میرے ہاتھ میں سوراخ ہے اگر ہزار دینار بھی میرے پاس آجائیں تو وہ ایک رات بھی میرے پاس نہیں رہیں گے۔[4]

معمولاتِ شب :

(محمد بن) ابو الفتح ہروی کہتے ہیں کہ میں نے چالیس سال حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی اس عرصہ

---

[1] ایضاً، ص ۹۲-۹۱

[2] ایضاً، ص ۹۳

[3] ایضاً، ص ۹۳

[4] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۸

ہیں آپ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے، اگر کبھی وضو ٹوٹ جاتا تو اسی وقت وضو کرتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے، عشاء کی نماز پڑھ کر خلوت خانہ میں چلے جاتے، کسی دوسرے کو وہاں جانے کی اجازت نہ ہوتی اور فجر سے پہلے باہر تشریف نہ لاتے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ خلیفۂ وقت ملاقات کے لیے حاضر ہوا لیکن فجر سے پہلے ملاقات نہ کر سکا۔[1]

انہی کا بیان ہے کہ مجھے چند راتیں آپ کے ساتھ گزارنے کا اتفاق ہوا، رات کے کچھ ابتدائی حصہ میں نماز پڑھتے پھر ذکر کرتے یہاں تک کہ رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا، پھر کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے یہاں تک کہ رات کا دوسرا تہائی حصہ گزر جاتا، آپ کا سجدہ طویل ہوتا، پھر طلوعِ فجر کے قریب تک مراقبہ کرتے۔[2]

عفو اور درگزر :

حضرت شیخ حسنِ اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے، آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والا یہی سمجھتا کہ آپ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ میری عزت افزائی کی جاتی ہے، آپ اپنے احباب کی خطاؤں سے درگزر فرماتے اور جو شخص قسم کھا کر کچھ عرض کرتا اس کی بات تسلیم کر لیتے اور اپنے علم کا اظہار نہ فرماتے۔

ایک دن خادم سے بہت ہی قیمتی چینی آئینہ ٹوٹ گیا، اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا

از قضا آئینہ چینی شکست

آپ نے پورے اطمینان کے ساتھ مسکراتے ہوئے فرمایا:

خوب شد سامانِ خود بینی شکست [3]

حدودِ الٰہیہ کا تحفظ :

حضرت شیخ کسی سائل کو محروم نہ فرماتے اگرچہ زیبِ تن کیا ہوا کپڑا ہی اتار کر کیوں نہ دینا پڑتا، اپنی ذات کے لیے کسی پر ناراض نہ ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی قائم فرمائی ہوئی حدود کی خلاف ورزی قطعاً برداشت نہ کرتے اس وقت آپ کا

---

[1] ایضاً : ص ۷۶

[2] علی بن یوسف الشطنوفی، امام : بہجۃ الاسرار، ص ۸۵

[3] محمد ضیاء اللہ قادری، مولانا : سیرت غوث الثقلین (قادری کتب خانہ، سیالکوٹ) ص ۱۴۰

قہر و غضب اپنے عروج کو پہنچ جاتا ہے [1]

حفظ مراتب :

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی امتی خواہ وہ کتنا ہی باکمال کیوں نہ ہو مقام انبیاء کو نہیں پا سکتا، اس سے آگے بڑھنا تو دور کی بات ہے، ایک شخص زہد و طاعت اور کرامت و عبادت میں مشہور زمانہ تھے انہوں نے کہیں کہہ دیا کہ :

میں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یونس بن متی سے آگے بڑھ گیا ہوں

یہ بات حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی گئی، اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما تھے، آپ کا چہرۂ انور شدت غضب سے تمتما اٹھا، آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور تکیہ اٹھا کر اپنے سامنے دے مارا اور فرمایا: میں نے اس کے دل پر وار کیا ہے،، حاضرین دوڑتے ہوئے اس شخص کے پاس پہنچے، دیکھا کہ وہ فوت ہو چکا ہے حالاں کہ وہ اس سے پہلے تندرست اور توانا تھا۔

بعد میں انہیں خواب میں عمدہ حالت میں دیکھا گیا، پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا، اور حضرت شیخ عبدالقادر نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری سفارش کی اور حضرت یونس علیہ السلام سے مجھے اس بات کی معافی دلوا دی، شیخ کی برکت سے مجھے بڑی خیر ملی ہے [2]

بزرگان دین کا ادب و احترام وجہ سعادت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ طالب علمی کے دور میں حضرت شیخ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک بزرگ کی زیارت کے لیے گئے جن کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ مقام غوثیت پر فائز ہیں، راستے میں ایک ساتھی ابن السقا نے کہا کہ میں ان سے ایک مسئلہ دریافت کروں گا جس کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے، دوسرے ساتھی عبد اللہ شامی نے کہا میں ان سے ایک مسئلہ دریافت کروں گا، دیکھیے وہ کیا جواب دیتے ہیں، حضرت شیخ نے فرمایا: خدا کی پناہ! میں ان سے کوئی سوال نہیں کروں گا، میں تو ان کی زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

جب اس بزرگ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ابن السقا کی طرف ناراضگی سے دیکھتے ہوئے فرمایا: اے ابن سقا! تجھ پر افسوس، تو مجھ سے ایک ایسا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے جس کا جواب مجھے معلوم نہیں، وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۹۵

[2] محمد یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۲۱

یہ ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ آتشِ کفر کے شعلے تیرے بدن کو چاٹ رہے ہیں، پھر عبداللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، تم مجھ سے ایک مسئلہ پوچھ کر دیکھنا چاہتے ہو کہ میں کیا جواب دیتا ہوں، تمہارا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے، تو نے میری بے ادبی کی ہے، میں تمہیں کانوں تک دنیا میں دھنسا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

پھر حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہوئے، انہیں اپنے پاس بٹھایا، عزت افزائی کی اور فرمایا:

اے عبدالقادر! تم نے ادب ملحوظ رکھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کر لیا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بغداد میں برسر منبر کہہ رہے ہو "قدمی ھٰذہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ" اور یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت کے تمام اولیاء تمہارے احترام میں سر نگوں ہیں[1]

زیارتِ مزارات:

حیاتِ ظاہرہ کے ساتھ اس دنیا میں تشریف فرما بزرگوں کی خدمت میں حاضری کی طرح بعض اوقات بزرگوں کے مزارات پر بھی حاضری دیتے، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت معروف کرخی، حضرت حماد دباس[2] اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہونے کا تذکرہ کتب میں ملتا ہے[3]

کشف و کرامات

اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے، معتزلہ عقل پرستی میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ کرامت کا انکار ہی کر بیٹھے، جب کہ دوسری طرف عامۃ الناس کرامتوں کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ انہوں نے کرامات کا تذکرہ ہی مقصد زندگی اور حاصل حیات سمجھ لیا، حالاں کہ کرامت، اللہ تعالیٰ کا وہ انعام ہے جو اپنے خاص بندوں کو اتباعِ شریعت تزکیۂ نفس، اخلاص، للّٰہیت اور دینی خدمات کے صلے میں عطا فرماتا ہے، پھر اولیاء کرام کا مقصد بھی ان کرامات کا حاصل

---

[1] عبدالرحمٰن جامی، مولانا، نفحات الانس، فارسی (سیشیم پریس، لاہور) ص ۴-۳۵۳

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ، قلائد الجواہر ص ۷۷

[3] ایضاً، ص ۲۹۴

[4] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق، زبدۃ الاسرار ص ۸۷

کرنا نہیں ہوتا وہ تو اپنے عقائد، اعمال، اخلاق اور احوال، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کو حاصل زندگی قرار دیتے ہیں۔

شیخ بقا ابن بطو فرماتے ہیں:

شیخ عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ قول و فعل کا اتحاد نفس اور قلب کی یگانگت، اخلاص و تسلیم کا باہمی ربط استوار کرنا، ہر تصور، ہر لحظہ، ہر سانس اور تمام واردات و احوال میں کتاب و سنت کو حاکم بنانا اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے تعلق ہے۔ [1]

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلتا ہوا دینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام پر عمل پیرا ہو اس کا ہر قدم رضائے الٰہی کے لیے اُٹھے اور ہر عمل میزانِ شریعت پر جائز اور مستحسن قرار پائے یہی معراج انسانیت ہے اور یہی بزرگانِ دین کی محبت و عقیدت کا صحیح طریقہ ہے۔

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت، عظمت اور دینی خدمات کا ایک جہان معترف ہے آپ کی کرامات کا اعتراف ان لوگوں نے بھی کیا ہے جو متشدد دین میں شمار ہوتے ہیں۔

ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

سید نا عبد القادر جیلانی کی کرامات کی کثرت پر مورخین کا اتفاق ہے شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام اور امام ابن تیمیہ کا قول ہے کہ شیخ کی کرامات حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں، ان میں سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی عطا فرمائی آپ کا وجود اسلام کے لیے ایک باد بہاری تھا جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی جان ڈال دی اور عالمِ اسلام میں ایمان و روحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کر دی۔ [2]

شیخ الحرمین امام عبد اللہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ کے مناقب اور فضائل جلیلہ گنتی سے باہر ہیں، شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

یہ کلام بلاشبہ حق ہے کیوں کہ آپ پیدائشی ولی ہیں، ابتدا ہی سے خوارق آپ سے ظاہر ہوتے رہے، آپ نے نوے سال کی عمر شریف پائی اور اس عرصہ میں آپ سے بکثرت کرامات کا

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۸۴

[2] ابو الحسن علی ندوی: تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۲۵۰

ظہور ہوا،

شیخ ابوسعید احمد بن ابی بکر حریمی اور شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی فرماتے ہیں:

آپ کی کرامات موتیوں کی لڑیوں کی طرح تھیں کہ ایک کے بعد دوسری ظاہر ہوتی، اگر کوئی حاضر ہونے والا ہر روز متعدد کرامات شمار کرنا چاہتا تو شمار کر لیتا۔[1]

اندازہ کیجیے نوے سال کی عمر میں آپ سے کتنی کرامات صادر ہوئی ہوں گی، یہ تو خوارق کا تذکرہ ہے، آپ کے علمی عملی فضائل، اور ابتدار و انتہار کے افعال، اخلاق اور احوال الگ ہیں، لہٰذا شک و شبہ کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی کرامات اور فضائل کا اندازہ تو کیا جا سکتا ہے یقینی طور پر ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

رفعت مقام:

یہ واقعہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان پر دال ہے کہ آپ نے پچاس سے زائد اکابر مشائخ عراق کی موجودگی میں کرسی خطابت پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے فرمایا:

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے

یہ فرمان سنتے ہی تمام اولیاء کرام نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔[2]

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تین سو تیرہ اجلہ اولیاء نے اپنی اپنی جگہ اپنے سر جھکا دیے جن میں سے حرمین شریفین میں سترہ عراق میں ساٹھ، عجم میں چالیس، شام میں تیس، مصر میں بیس، مغرب میں ستائیس، مشرق میں تئیس، حبشہ میں گیارہ، سد یاجوج میں سات، وادی سراندیپ میں سات، کوہ قاف میں سینتالیس اور سمندری جزیروں میں چوبیس حضرات تھے۔[3]

حضرت شیخ عدی بن مسافر سے اس قول کا مطلب پوچھا گیا کہ ہر زمانے میں فرد ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں، لیکن شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی کو یہ بات کہنے کا حکم نہیں دیا گیا، ان سے پوچھا گیا کہ انہیں اس کا حکم دیا گیا تھا؟ فرمایا: ہاں، اسی لیے تو تمام اولیاء کرام نے اپنے سر خم کر دیے تھے۔[4]

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق، زبدۃ الاسرار ص ۴-۳

[2] علی بن یوسف شطنوفی، امام، بہجۃ الاسرار ص ۸

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق، زبدۃ الاسرار ص ۱۲

[4] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ، قلائد الجواہر ص ۲۲

گردنیں جھک گئیں، سر بچھ گئے، دل ٹوٹ گئے
کشف ساق کہاں، یہ تو قدم تھا تیرا[1]

علامہ تاذفی فرماتے ہیں کہ بقول بعض حضرات قدم کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنیٰ مراد ہے، قدم کا استعمال مجازی طور پر طریقہ کے معنیٰ میں ہوتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ میرا طریقہ قرب اور کشادگی کے اعتبار سے حالتِ انتہا میں اعلیٰ ترین طریقہ ہے؛[2]

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر فاضل مولانا فقیر اللہ علوی شکارپوری نے اپنے ایک مکتوب میں اس بارے میں اختلاف نقل کیا ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم مبارک صرف اس زمانہ کے اولیاء کی گردن پر ہے یا تمام اولیاء کی گردن پر، پھر طویل گفتگو کے بعد فرماتے ہیں:

> گزشتہ تفصیل سے تم نے جان لیا ہوگا کہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کا مقام تمام اولیاء سے بلند ہے اور یہ حقیقت اولیاء عظام کے کشفِ صحیح سے ثابت ہے، ارباب کشف کی عدالت اور مختلف مقامات سے تعلق رکھنے کے علاوہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ عقل ان کے جھوٹ پر متفق ہونے کو تسلیم نہیں کرتی، اس حقیقت کا انکار محض اس لیے کیا جاتا ہے کہ عقل کی اس تک رسائی نہیں ہوتی، حضرت شیخ کی بارگاہ میں بے ادبی سے خدا کی پناہ۔

پھر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> حضرت شیخ قدس سرہ کا ارشاد قدمی ہذہ الخ ان لوگوں کو شامل ہے جن کی رسائی بارگاہ حق تعالیٰ میں قرب ولایت کے راستے سے ہو، صحابۂ کرام کی بارگاہِ الٰہی تک رسائی قرب نبوت کی راہ سے ہوئی ہے لہٰذا یہ ارشاد انہیں شامل نہیں ہے۔[3]

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے بارے میں متقدمین اور متاخرین اولیاء کرام کے ارشادات دیکھنا ہوں تو بہجۃ الاسرار، امام شطنوفی، قلائد الجواہر، علامہ تاذفی اور زبدۃ الاسرار، محدث دہلوی کا مطالعہ کیا جائے۔

چند دیگر کرامات:

معروف کتابوں میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن کرامات کا تذکرہ ہے ان کے احاطہ کے لیے طویل دفتر

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: حدائق بخشش (مع ادبی جائزہ) ص ۲۳۹

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۲۳

[3] فقیر اللہ علوی شکارپوری، علامہ: مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی (سٹیم پریس، لاہور) مکتوب ۱۹، ص ۲۱۰

درکار ہے۔ ذیل میں چند کرامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

- ایک عورت بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئی کہ آپ مرغ تناول فرما رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے، آپ نے اپنا دستِ اقدس مرغی کی ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہو جا جس کی شان بوسیدہ ہڈیوں کو حیاتِ نو عطا فرماتا ہے

مرغی اسی وقت زندہ ہو گئی اور شور مچانے لگی۔ آپ نے فرمایا جب تیرا بیٹا اس مقام کو پہنچ جائے تو جو چاہے کھائے[1] (ابھی یہ دور اس کے مجاہدہ و ریاضت کا ہے)

- ایک دفعہ دریائے دجلہ میں ایسی طغیانی آئی کہ بغداد کے غرق ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا، لوگ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک چھڑی ہاتھ میں لی اور دریا کے کنارے جا کر ایک جگہ گاڑ دی اور فرمایا یہاں تک، اسی وقت پانی کم ہو گیا[2]

- روافض کی ایک جماعت بڑے بڑے سر بند ٹوکرے لائی، اور کہا ہمیں بتائیے ان میں کیا ہے؟ حضرت شیخ کرسی سے نیچے اترے اور فرمایا اس میں ایک اپاہج بچہ ہے پھر اپنے صاحبزادے حضرت عبد الرزاق کو اس کے کھولنے کا حکم دیا، جو بچہ برآمد ہوا اسے حکم دیا کہ کھڑا ہو جا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگنے لگا، دوسرے ٹوکرے کے بارے میں فرمایا اس میں تندرست بچہ ہے، اس میں سے بچہ نکل کر بھاگنے لگا تو اسے فرمایا بیٹھ جا، وہ وہیں بیٹھ گیا اور چلنے کے قابل نہ رہا، اسی وقت پوری جماعت رفض تائب ہو گئی[3]

- ابو الحسن المعروف ابن سطنطہ بغدادی کہتے ہیں میں حضرت شیخ کے پاس پڑھا کرتا تھا اور رات کا اکثر حصہ اس خیال سے بیدار رہتا کہ شاید میرے متعلق کوئی خدمت ہو۔ ماہ صفر ۵۵۳ھ کی ایک رات حضرت شیخ گھر سے باہر تشریف

---

[1] ا: علی بن یوسف شطنوفی، امام: بہجۃ الاسرار ص ۶۵
ب: محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۳۷
ج: عبد الرحمٰن جامی، مولانا: نفحات الانس (شیم پریس، لاہور) ص ۳۶۱
د: احمد بن حجر المکی الہیتمی، علامہ: فتاویٰ حدیثیہ (مصطفی البابی، مصر) ص ۴۱۳
ح: عبد الحق محدث دہلوی، الشیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۷۷-۸۰

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۲۹

[3] علی بن یوسف شطنوفی، امام: بہجۃ الاسرار ص ۶۳
ب: عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، علامہ: الحاوی للفتاوی (بیروت) ج ۲ ص ۲۵۳

لائے، میں بھی پیچھے پیچھے چل دیا، آپ بغداد سے باہر تشریف لائے کچھ دیر چلنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ ہم کسی نامعلوم شہر میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ ایک مسافر خانہ میں تشریف لے گئے جہاں چھ افراد موجود تھے۔ انہوں نے سلام عرض کیا ایک طرف سے کچھ دیر رونے کی آواز آتی رہی پھر بند ہو گئی، ایک شخص کسی کو اٹھائے ہوئے باہر چلا گیا، اور ایک دوسرا شخص ننگے سر حاضر ہوا جس کی مونچھوں کے بال بڑھے ہوئے تھے، آپ نے اسے کلمہ طیبہ پڑھایا، مونچھوں کے بال درست کیے، ٹوپی پہنائی اور اس کا نام محمد رکھا، اور دوسرے افراد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہ میت کا بدل ہے۔

واپسی بھی اسی طرح ہوئی، دوسرے دن میں نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھ ہی لیا کہ وہ کونسی جگہ تھی؟ اور وہ لوگ کون تھے؟ فرمایا کہ وہ شہر نہاوند تھا، وہ چھ افراد ابدال اور نجبار تھے، رونے والا ان کا ساتھی تھا، میں اس کی وفات پر وہاں پہنچا تھا، میت کو اٹھا کر لے جانے والے ابو العباس خضر علیہ السلام تھے وہ اسے کفن دفن کے لیے لے گئے تھے، اور جسے میں نے کلمہ پڑھایا وہ قسطنطنیہ کا عیسائی تھا۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ اسے وفات پانے والے کا قائم مقام بنا دیا جائے [1]

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں،

میں نے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خود اس سے زیادہ عجیب ایک حکایت سنی ہے جس میں ترجیہ کی بھی ضرورت ہے، اور کوئی بیان کرتا تو شاید یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور بہت ممکن تھا کہ میں سن کر رد کر دیتا وہ یہ کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا، جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آکر سوال کیا مَنْ رَّبُّكَ، مَا دِیْنُكَ، مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ، وہ جواب میں کہتا کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوث اعظم کا دھوبی ہوں۔

اور فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں جو ان کا خدا وہ میرا خدا، جو ان کا دین وہ میرا دین۔ اسی پر اس دھوبی کی نجات ہو گئی، باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا ایمان بھی اجمالی ہی تھا، محض تعبیر اجمالی تھی [2]

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ، قلائد الجواہر ص ۳۱

[2] اشرف علی تھانوی، افاضات یومیہ (مطبوعہ ملتان) ج ۲ ص ۹۱

کلماتِ تحسین اور خراجِ عقیدت :

❁ حضرت شیخ ابو سعید قیلوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام کو کثرت سے سرکارِ بغداد کی مجلس میں دیکھا اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا :

مَنْ اَرَادَ الْفَلَاحَ فَعَلَيْهِ بِمُلَازَمَةِ هٰذَا الْمَجْلِسِ

جو شخص کامرانی چاہتا ہے وہ اس مجلس کو لازم پکڑے ۔[1]

❁ سیدنا غوث اعظم جوانی کے ایام میں حضرت تاج العارفین ابو الوفاء کی زیارت کے لیے جاتے تو وہ خود بھی کھڑے ہو جاتے اور حاضرین کو بھی فرماتے اللہ تعالیٰ کے ولی کے لیے کھڑے ہو جاؤ ، ایک دن فرمایا :

اے عبد القادر ! جب تمہارا وقت آئے تو ان سفید بالوں کو یاد رکھنا اور داڑھی کی طرف اشارہ کیا ،

اے عبد القادر : ہر مرغ آواز نکالے گا اور چپ ہو جائے گا اور تمہارا مرغ روزِ قیامت تک آواز نکالتا رہے گا ۔

جب کئی دفعہ ایسا ہوا تو ان کے اصحاب نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا :

جب اس جوان کا وقت آئے گا تو خاص و عام اس کے محتاج ہوں گے ، گویا میں انہیں برسرِ مجلس یہ قول حق کہتے ہوئے سن رہا ہوں ۔

قَدَمِيْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ

اور اولیاء ان کے آگے گردنیں جھکا دیں گے ، تم میں سے جو شخص اس وقت کو پائے تو وہ ان کی خدمت کو لازم پکڑے ۔[2]

❁ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی فرماتے ہیں :

شیخ عبد القادر ، طریقِ معرفت کے سلطان اور باتحقیق منفرد فی الوجود تھے ، اللہ تعالیٰ نے

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی ، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۵۹

[2] ایضاً : ص ۷

انہیں تصرف اور عظیم کرامات میں وسیع دستِ قدرت عطا فرمایا تھا۔ [1]

- حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز قدس سرہ لطائف الغرائب میں اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ اس وقت مجاہد تھے اور خراسان کے ایک پہاڑ پر مصروف مجاہدہ، جب انہوں نے حضرت غوث کا یہ فرمان سنا تو فوراً تعمیل کرتے ہوئے اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور فرمایا: بَلْ عَلٰی رَأْسِیْ بلکہ میرے سر پر، حضرت غوث نے اس وقت اپنی مجلس میں اولیاء کے جمِ غفیر کے سامنے فرمایا: غیاث الدین سنجری کے بیٹے نے فوراً سر جھکا دیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کر دیا، اور اپنے حسنِ ادب اور تواضع کے سبب ممالکِ ہند کا والی بنے گا، چنانچہ اسی طرح ہوا جس طرح غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ [1]

- حضرت خواجہ بہاء الحق والدین، شاہ نقشبند قدس سرہٗ سے حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کے ارشاد قَدَمِیْ هٰذِهٖ الخ کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ آپ کے زمانۂ مبارک کے ساتھ خاص ہے یا تمام زمانوں کو شامل ہے؟ انہوں نے فرمایا:

آپ کی زبانِ مبارک سے تخصیص معلوم نہیں ہوتی۔ [2]

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ کو اسمِ ذات کا نقش، سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ سے حاصل ہوا، حضرت شاہ نقشبند نے حضرت سید امیر کلال سے اسمِ ذات کا سبق حاصل کیا، کوشش یہ کی کہ اسمِ ذات دل میں نقش ہو جائے، مگر قلق و اضطراب اور انقباض کا سامنا کرنا پڑا، آبادی کو چھوڑ کر جنگل کا رُخ کیا، ایک دن حضرت خضر سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا: بارگاہِ غوثیت میں التجا کرو، ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق التجا کی تو خواب میں حضرت غوث الثقلین کی زیارت ہوئی، انہوں نے اسمِ ذات کی تلقین کی اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کیا، حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں:

میں نے اسی وقت اسمِ ذات کا نقش اپنے ظاہر و باطن میں اس حد تک دیکھا کہ جس چیز پر نظر ڈالتا وہی نقش دکھائی دیتا اور میری بصارت و بصیرت میں وہی نقش رچ بس گیا۔ میں نے کمخواب اور اس کی بنائی کو دیکھا تو مجھے اس کے نقش و نگار میں بھی اسمِ ذات دکھائی دیا۔

---

[1] ایضاً، ص ۴۲

[2] فقیر اللہ علوی شکارپوری، مولانا علامہ: مکتوبات، مکتوب ۴۹ ص ۲۰۸

[3] ایضاً، ص ۲۰۹

اسی لیے آپ کی شہرت لقبنند کے لقب سے ہو گئی ہے[1]

* مؤرخ اسلام حافظ ذہبی فرماتے ہیں،

شیخ عبدالقادر بن ابوصالح عبداللہ بن جنگی دوست ابو محمد جیلی، زاہد، شیخ العصر، مقتدائے عارفین، صاحب مقامات و کرامات، حنابلہ کے مدرس، محی الدین، وعظ اور لوگوں کے خیالات پر گفتگو کرنے کی سبقت آپ پر ختم ہو گئی ...... شیخ موفق (ابن قدامہ) کہتے ہیں کہ ہم آپ کے مدرسہ میں ایک مہینہ نو دن ٹھہرے، پھر آپ کا وصال ہو گیا، اور ہم نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی، ان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کی کرامات کا تذکرہ نہیں سنا، اور میں نے نہیں دیکھا کہ دین کی بنا پر ان سے زیادہ کسی کی تعظیم کی جاتی ہو[2]

* امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

جب نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ تک پہنچی تو یہ منصب ان کے سپرد ہو گیا، بارہ اماموں اور حضرت شیخ کے درمیان اس مرکز پر کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا، اس راہ میں اقطاب و نجباء کو جو فیوض و برکات پہنچتے ہیں وہ آپ ہی کے واسطے سے معلوم ہوتے ہیں، کیوں کہ یہ مرکز ان کے علاوہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا اسی لیے آپ نے فرمایا ہے۔

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَشَمْسُنَا

أَبَدًا عَلَى أُفُقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

متقدمین کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندیوں کے افق پر درخشاں رہے گا اور کبھی غروب نہ ہو گا۔

سورج سے مراد، فیضان ہدایت و ارشاد کا آفتاب ہے اور غروب ہونے سے مراد اس فیضان کا منقطع ہو جانا ہے۔

جو معاملہ متقدمین سے متعلق تھا حضرت شیخ کے تشریف لانے پر ان سے متعلق ہو گیا، اور آپ رشد و ہدایت کے حصول کا واسطہ بن گئے، جیسے کہ آپ سے پہلے متقدمین تھے، نیز جب تک فیض کا واسطہ ہونا برقرار ہے اس وقت تک آپ کا وسیلہ ضروری ہے[3]

---

[1] ایضاً: مکتوب ۴۹ ص ۲۰۹

[2] ذہبی، حافظ، مؤرخ اسلام: العبر فی خبر من غبر (کویت) ج ۱۰ ص ۱۷۵-۶

[3] احمد سرہندی، شیخ مجدد الف ثانی: مکتوبات (مکتبۃ الحقیقۃ، ترکی) دفتر دوم ص ۵۸۵

پھر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کا نائب ہونے کے اعتبار سے یہ معاملہ اس سے متعلق ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ چاند کا نور سورج کے نور سے مستفاد ہے [1]

٭ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :

اولیائے امت اور اصحاب طرق میں سے ، راہِ جذب کی تکمیل کے بعد جو اس نسبت (اویسیہ) کی اصل کی طرف مضبوط اور مستحکم ترین طریقہ پر مائل ہوئے ہیں اور اس جگہ پوری طرح ثابت قدم ہوئے ہیں حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی ہیں اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں [2]

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

حضرت غوث اعظم کی اصل نسبت ، نسبتِ اویسیہ ہے جو نسبت سکینہ کی برکات کے ساتھ مخلوط ہے مطلب یہ ہے کہ یہ شخص عالم بالا کے نفوسِ فلکیہ اور ارواحِ کاملین کی محبت کے ضمن میں اس نقطے کی مراد اور محبوب بن جاتا ہے جو شخص اکبر میں ذاتِ الٰہیہ کے مقابل ہے ، اس محبت کی راہ سے اس پر تجلیاتِ الٰہیہ میں سے ایک تجلی وارد ہوتی ہے جو تخلیق و تدبیر اور قرب کے درمیان جامع ہے اور ایسے اجتماع سے انس اور برکت حاصل ہوتی ہے ، اس صورت میں اس کمال کا ارادہ اور اس کی طرف توجہ کی گئی ہو یا نہ ، گویا یہ ایک ایسا امر ہے جو اس کے ارادہ کے بغیر ظاہر ہو جاتا ہے ، اسی لیے حضرت غوث اعظم فخر اور بڑائی کے کلمات سے گویا ہوئے ہیں اور ان سے تسخیر عالم ظاہر ہوئی ہے [3]

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

اشغالِ طریقت اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک صحبتِ متصلہ کے حاصل کرنے میں طریقہ نقشبندیہ میری سند میں قوی ترین ہے اور نسبت باطن میں میری اقتدا طریقہ جیلانیہ (قادریہ) سے ہے کیوں کہ طریقہ نقشبندیہ میں اصل اللہ تعالیٰ کے تصور کی حفاظت ہے ، ہر انسان کی عقل میں اس ذاتِ اقدس کی طرف اشارہ واقع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صورت اجمالیہ ذہنیہ ہے ، یہ حضرات اس کو واسطہ بناتے ہیں

---

[1] ایضاً ، دفتر دوم ص ۵۸۵

[2] ولی اللہ محدث دہلوی ، شاہ : ہمعات (اکادمیۃ الشاہ ولی اللہ دہلوی ، حیدر آباد) ص ۶۱

[3] ایضاً : ص ۸۴-۸۳ ۔

تاکہ اس پر مداومت کریں اور جس وقت چاہیں اس سے حقیقۃ الحقائق کی طرف منتقل ہوں۔

طریقۂ جیلانیہ (قادریہ) میں اصل، روح اور سر کی تہذیب ہے، جب یہ مہذب ہو جائیں تو جس وقت ان کو استعمال کریں تجلیٔ اعظم کی معرفت حاصل ہو جائے گی[1]

شاہ اسمٰعیل دہلوی، اپنے پیر سید احمد بریلوی کے لیے نسبتِ قادریہ اور نقشبندیہ کے حصول کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحیں ان کی طرف متوجہ ہوئیں، اور ایک ماہ تک ان میں اختلاف رہا، ہر ایک امام کا تقاضا تھا کہ سید صاحب کو مکمل طور پر اپنی طرف کھینچ لیں، پھر دونوں حضرات نے ایک پہر تک سید صاحب کے نفس نفیس پر قوی اور زور آور توجہ دی یہاں تک کہ اس ایک پہر میں دونوں نسبتیں حاصل ہو گئیں[2] (ملخصاً)

قطع نظر اس سے کہ حقیقت واقعہ کیا ہے؟ اس عبارت میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث الثقلین (انسانوں اور جنوں کے فریادرس) اور وصال سے کئی صدیاں بعد زور آور توجہ دینا اور نسبتِ قادریہ کا فیضان فرمانا تسلیم کیا گیا ہے۔

٭ حضرت شاہ فقیر اللہ نقشبندی فرماتے ہیں :

گزشتہ تفصیل سے تمہیں طریقۂ عالیہ قادریہ کی دوسرے تمام طرق پر اور اس سلسلے کے متبعین کی باقی تمام سلاسل کے متبعین پر فضیلت معلوم ہو گئی، کیوں کہ تابع کی فضیلت متبوع کی فضیلت کے سبب ہے..... اس جگہ سے ظاہر ہو گیا کہ طریقۂ عالیہ قادریہ کے مرید کو مرشد قادری کے ہوتے ہوئے دوسرے سلاسل سے استفادہ نہ کرنا چاہیے کیوں کہ دوسرے سلاسل کے بزرگ، حضرت غوث الثقلین کے توسط سے استفادہ کرتے ہیں اور اول و آخر میں آپ ہی کے واسطے سے کشادِ کار پاتے ہیں اگرچہ اقطابِ وقت اور نجباءِ زمانہ ہی کیوں نہ ہوں، لہٰذا دیگر سلاسل والے اگر سلسلۂ عالیہ قادریہ سے استفادہ کریں تو ان کے حق میں زیادہ فیض کا سبب ہوگا[3]

٭ امام احمد رضا قادری بریلوی فرماتے ہیں :

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے

افقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

---

[1] ایضاً، کلماتِ طیبات فارسی (مجتبائی، دہلی) ص ۱۶۰

[2] محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم فارسی (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص ۱۶۶

[3] فقیر اللہ علوی شکارپوری، مولانا علامہ، مکتوبات، مکتوب ۹۴ ص ۲۱۱

مرغ سب بولتے ہیں بول کر چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل ایک نواسنج رہے گا تیرا
کس گلستاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز؟
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا؟
مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا؟
تاجِ فرقِ عرفا کس کے قدم کو کہیے؟
سر جسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا تیرا [1]

حضرت مولانا تقدس علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الجامعہ، جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ نے ایک مرتبہ یہ اشعار عنایت فرمائے

قال بعض الشعراء الحنفية

حَسْبِي مِنَ الْخَيْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُهٗ ۱ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ رِضَى الرَّحْمٰنِ
دِيْنُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْوَرٰى ۲ ثُمَّ اعْتِقَادِيْ مَذْهَبُ النُّعْمَانِ

وقال الامام احمد رضا القادری البریلوی قدس سرہ

وَعَقِيْدَتِيْ وَ اِرَادَتِيْ وَ مَحَبَّتِيْ ۳ لِلشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيْ

وقال حجة الاسلام فضيلة الشيخ حامد رضا البريلوى قدس سره

وَتَشَبُّثِيْ بِذُيُوْلِ عَبْدِ الْمُصْطَفٰى ۴ اَحْمَدْ رِضَا خَاں رَحْمَةِ الرَّحْمَانِ
وَتَوَسُّلِيْ وَ تَوَدُّدِيْ وَ اِرَادَتِيْ ۵ بِاَبِي الْحُسَيْنِ اَحْمَدَ النُّوْرَانِيْ

ترجمہ: ———— ایک حنفی شاعر نے کہا

۱- میں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو نیکیاں تیار کر رکھی ہیں ان میں سے میرے لیے کافی ہے۔

۲- (ا) تمام مخلوق سے افضل، نبی اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین

[1] احمد رضا بریلوی، امام: حدائق بخشش (مع ادبی جائزہ) ص ۹-۲۳۸

(۲) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب سے وابستگی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا

۳- (۳) محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عقیدت، ارادت اور محبت۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ نے فرمایا

۴- (۴) اللہ تعالیٰ کی رحمت، عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں کے دامن سے تعلق۔

۵- (۵) اور حضرت ابو الحسین شاہ احمد نوری کا وسیلہ اور ان کی محبت و ارادت۔

تصانیف مبارکہ :

محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی گراں قدر تصانیف عالیہ کے اسماء کتب تذکرہ میں درج ذیل بیان کیے گئے ہیں، چند تصانیف کی تفصیل بعد میں پیش کی جائے گی۔

۱- الفتح الربانی والفیض الرحمانی ؛

۲- الغنیۃ لطالبی طریق الحق (غنیۃ الطالبین)

۳- سر الاسرار و مظہر الانوار فی ما یحتاج الیہ الابرار

۴- جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر [۲]

۵- آداب السلوک والتوصل الی منازل الملوک [۱]

۶- فتوح الغیب

۷- تحفۃ المتقین وسبیل العارفین

۸- حزب الرجاء والانتہاء

---

[۱] عمر رضا کحالہ : معجم المؤلفین (مکتبۃ المثنیٰ، بیروت) ج ۵ ص ۳۰۷

[۲] حال ہی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۴۵ مواعظ کا ایک مجموعہ "جلاء الخواطر" کے نام سے مکتبہ نبویہ، لاہور نے پہلی مرتبہ شائع کیا ہے، جس کا ترجمہ ڈاکٹر محمد عبد الکریم طفلی نے کیا ہے ۱۲ قادری

۹- الرسالۃ الغوثیہ

۱۰- الفیوضات الربانیہ فی الاوراد القادریہ

۱۱- الکبریت الاحمر فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲- مراتب الوجود

۱۳- معراج لطیف المعانی

۱۴- یواقیت الحکم[1]

سرکیس نے معجم المطبوعات میں ایک اور تصنیف بشائر الخیرات کا ذکر کیا ہے جس میں درود پاک کے مختلف صیغے اور کلمات جمع کر دیے گئے ہیں غالباً یہ وہی کتاب ہے جس کا ذکر الکبریت الاحمر کے نام سے اس سے پہلے کیا جا چکا ہے[2]

الفتح الربانی، سیدنا غوث اعظم کے باسٹھ مواعظ اور ملفوظات کا مجموعہ ہے جن میں سے اکثر مختصر اور بعض طویل ہیں اس کتاب کے اسلوب کا تذکرہ اور اس کے اقتباسات گزشتہ صفحات میں پیش کیے جا چکے ہیں۔

یہ بابرکت کتاب ۱۲۸۱ھ اور ۱۳۰۲ھ میں قاہرہ میں طبع ہوئی ہے[3] اس وقت دار المعرفہ، بیروت کا عربی نسخہ مطبوعہ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء پیش نظر ہے۔ اسی کے اقتباسات کا اردو ترجمہ گزشتہ صفحات میں دیا گیا ہے، اس کے متعدد اردو تراجم چھپ چکے ہیں، قریب پچاس سال [illegible] لاہور کے منتظمین کی خوش بختی ہے کہ انہوں نے اس کا عربی متن مع اردو ترجمہ شائع کر دیا ہے یہ ترجمہ اہل سنت کے جلیل القدر عالم مولانا محمد ابراہیم قادری بدایونی نے کیا تھا۔

فتوح الغیب، سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کے اٹھتر مقالات پر مشتمل ہے، استانبول میں ۱۲۸۱ھ میں طبع ہوئی ہے[4] شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے فارسی میں اس کا ترجمہ اور شرح کی جو مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ سے ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں طبع ہوئی، اردو میں متعدد تراجم چھپ چکے ہیں، سید محمد فاروق القادری کا ترجمہ مکتبۃ المعارف، لاہور نے اور دراجا رشید محمود کا ترجمہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور نے شائع کیا۔

---

[1] اسمٰعیل پاشا بغدادی، ہدیۃ العارفین (مکتبۃ المثنیٰ، بغداد) ج ۱ ص ۵۹۶

[2] عبد النبی کوکب، قاضی علامہ: اردو دائرۃ المعارف (دانشگاہ پنجاب) ج ۱۲ ص ۹۳۲

[3] ایضاً، ص ۹۳۲

[4] ایضاً، ص ۹۳۲۔

فتوح الغیب اگر روشن نہ فرمائے

فتوحات و فصوص آفل ہے یا غوث ¹

غُنیۃ الطالبین ، اس کتاب کا مشہور نام یہی ہے جب کہ خطبہ میں اس کا نام اَلْغُنْیَۃ لِطَالِبِیْ طَرِیْقِ الْحَقِّ لکھا گیا ہے، ابتداء کتاب میں ارکانِ اسلام اور ان سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہیں، کتاب الادب میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے شرعی آداب کا بیان ہے، باب معرفۃ الصانع میں ایمان کی حقیقت اور گمراہ فرقوں کا تذکرہ ہے، باب الاتعاظ بمواعظ القرآن میں نفس، روح اور قلب کی تشریح ہے، صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی تلقین کے بعد سال کے مہینوں اور دنوں میں کی جانے والی عبادات اور تقریبات کے لیے ہدایات درج کی گئی ہیں۔ آخری فصلوں میں مریدین اور مشائخ کے آداب طریقت بتاتے ہیں۔ ان ہی فصلوں میں صحبت، فقر، مجاہدہ، توکل، شکر، صبر، رضا اور صدق کے مباحث بھی ملتے ہیں۔ اس کتاب میں شریعت و طریقت کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے مسلمانوں میں ایمان کے استحکام اور عمل کے احیاء کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب دو جلدوں میں بولاق میں ۱۲۸۸ھ اور ۱۳۲۲ھ میں چھپی، مکہ مکرمہ سے ۱۳۱۴ھ میں ایک ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ ۱۳۰۰ھ میں یہ کتاب علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے بین السطور فارسی ترجمہ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ لبیب کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی، اس حاشیہ بین السطور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے بھی اس کا فارسی ترجمہ کیا تھا، اردو میں اس کے متعدد تراجم چھپ چکے ہیں، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی سے جناب شمس بریلوی کا ترجمہ چھپ کر بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ پیش نظر ترجمہ مولانا محمد صدیق ہزاروی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

غنیۃ الطالبین، حضرت غوث اعظم کی تصنیف ہے یا نہیں، اس پر شدید اختلاف پایا جاتا ہے، حافظ ابن کثیر علامہ محمد بن یحییٰ تاذفی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسے تسلیم کرتے ہیں۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَقَدْ صَنَّفَ کِتَابَ الْغُنْیَۃِ ³

علامہ تاذفی فرماتے ہیں:

وَلَہٗ کِتَابُ الْغُنْیَۃِ لِطَالِبِیْ طَرِیْقِ الْحَقِّ وَکِتَابُ فُتُوْحِ الْغَیْبِ ⁴

---

¹ احمد رضا بریلوی، امام: حدائق بخشش (مع ادبی جائزہ) ص ۲۴۹

² عبدالنبی کوکب قاضی، مولانا علامہ: اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) ج ۱۲ ص ۹۳۱

³ ابن کثیر، حافظ: البدایہ والنہایہ (مکتبۃ المعارف، بیروت) ج ۱۲ ص ۲۵۲

⁴ محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۷

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :

حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ در کتاب غنیۃ الطالبین وضع تعیین کردہ اند [1]

اسی طرح کحالہ [2] اور اسمٰعیل باشا بغدادی [3] نے بھی تسلیم کیا ہے ۔

لیکن شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی کسی حد تک انکار کرتے ہیں ، غنیۃ الطالبین کے فارسی ترجمہ کی ابتداء میں فرماتے ہیں :

اس کتاب کی نسبت آنجناب کی طرف اگرچہ مشہور ہے لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں ہے ، یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید اس میں کچھ کلمات آنجناب کے ہوں میں نے ترجمہ کر دیا ہے ۔ [4]

جب کہ علامہ عبد العزیز پرہاروی ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

حضرت غوث اعظم عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی طرف منسوب غنیۃ الطالبین میں اس حدیث کا واقع ہونا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے کیوں کہ یہ نسبت صحیح نہیں ہے اور اس میں موضوع حدیثیں بکثرت وارد ہیں [5]

حضرت ملا علی قاری کے استاذ علامہ ابن حجر مکی ، اللہ تعالیٰ کی جہت اور جسمیت سے تنزیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

امام العارفین ، قطب الاسلام والمسلمین ، استاذ عبد القادر جیلانی کی تصنیف غنیہ میں جو کچھ مذکور ہے وہ تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے ، کیوں کہ یہ بات کسی نے بطور سازش کتاب میں شامل کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص سے انتقام لے گا ، ورنہ حضرت شیخ اس سے بری ہیں ، یہ بے بنیاد مسئلہ ان کی طرف کس طرح منسوب کیا جا سکتا ہے جب کہ وہ کتاب و سنت اور فقہ شافعیہ اور حنابلہ میں کامل دسترس رکھتے تھے ، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری اور باطنی معارف و خوارق سے نوازا تھا اور ان کے احوال تواتر کے ساتھ منقول ہیں [6]

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ، شاہ ، ہمعات (حیدر آباد ، سندھ) ص ۲۳

[2] عمر رضا کحالہ : معجم المؤلفین ج ۵ ص ۳۰۷

[3] اسمٰعیل باشا بغدادی : ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۵۹۶

[4] محمد برخوردار ملتانی : حاشیہ نبراس (شاہ عبد الحق محدث دہلوی اکیڈمی ، بندیال) ص ۴۴۵

[5] عبد العزیز پرہاروی ، علامہ : نبراس ص ۴۴۵

[6] احمد بن حجر مکی ہیتمی ، علامہ ، فتاویٰ حدیثیہ (مصطفیٰ البابی ، مصر) ص ۱۴۴

باب معرفۃ الصانع میں مرجئہ کے بارہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے حنفیہ کو بھی ان کا ایک گروہ شمار کیا ہے اور حنفیہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

حنفیہ، وہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض اصحاب ہیں، انہوں نے کہا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان امور کی معرفت اور اقرار کا جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ (ترجمہ عربی عبارت)

اس پر فاضل سیالکوٹی نے حاشیہ پر ایک نوٹ لکھا ہے:

حنفیہ کا مرجئہ کے فرقوں میں ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ ان کے نزدیک ایمان، معرفت اور اقرار کا نام ہے۔ احناف کے مذہب کے خلاف ہے جو ان کی کتابوں میں ثابت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض اہل بدعت نے احناف کی دشمنی میں یہ عبارت حضرت شیخ قدس سرہ کے کلام میں داخل کر دی ہو[1]

راقم کی رائے یہ ہے کہ اس جگہ مطلقاً احناف کو مرجئہ میں سے شمار نہیں کیا گیا، بلکہ اس جگہ وہ گروہ مراد ہے جو عقائد میں مرجئہ سے اور فروع میں حنفیہ سے تعلق رکھتا تھا جیسے کہ ”بعض اصحاب میں“ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، جیسے کہ اکثر معتزلہ بھی فقہی مسائل میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پیروکار تھے۔

قصیدۂ غوثیہ:

حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ بعض اوقات شعر و سخن کے ذریعے بھی اظہارِ خیال فرماتے تھے، اس سلسلے میں قصیدۂ غوثیہ کو بے حد شہرت حاصل ہوئی، مشائخ کرام اسے بطور ورد پڑھتے اور اس کی برکتیں حاصل کرتے رہے ہیں۔ یہ قصیدہ مجموعہ اوراد مطبوعہ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر کے حاشیہ ص ۲ - ۲۳۰ پر چھپا ہوا ہے، اور اس سے پہلے اس کے فوائد و برکات کا ذکر کیا گیا ہے، نیز یہ کہ عوام اسے قصیدہ غوثیہ کے نام سے اور خواص قصیدہ خمریہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں:

درج ذیل فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ یہ قصیدہ حضرت شیخ نے حالت جذبہ اور استغراق میں لکھا ہے جو شخص ہر روز گیارہ مرتبہ پڑھے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہو گا۔

---

[1] عبدالنبی کوکب قاضی، علامہ: اردو دائرۃ المعارف ج ۱۲ ص ۹۳۲

۲۔ جو اسے اپنا وِرد بنالے اس کا حافظہ مضبوط ہو جائے گا جو پڑھے سنے یاد رہے گا۔
۳۔ جو شخص اسے پڑھے اگرچہ عربی نہ ہو عربی سمجھنے کی لیاقت میں اضافہ ہو۔
۴۔ جو شخص کسی حاجت کے لیے چالیس دن پڑھے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے چالیس دن سے پہلے اس کی حاجت پوری ہو جائے۔
۵۔ جو شخص اس قصیدہ مبارکہ کو اپنے پاس رکھے اور ہر دن تین بار پڑھے یا دوسرے سے سنے اور ہر صبح حسن عقیدت کے ساتھ اس کی زیارت کرے ان شاء اللہ تعالیٰ خواب میں حضرت غوث الثقلین کی زیارت اور ہمکلامی سے مشرف ہو اور امراء و ملوک کے سامنے محترم ہو۔
۶۔ جس نیت سے پڑھے وہ مراد حاصل ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اعتقاد صحیح ہو اور پڑھنے سے پہلے سورۂ فاتحہ کا ثواب بارگاہِ غوثیت میں پیش کرے۔ بعد ازاں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تین بار یہ درود پاک پیش کرے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ مَنْبَعِ الْحِلْمِ وَالْکَرَمِ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ [1]

بعض لوگ اس قصیدہ مبارکہ کی نسبت سیدنا غوثِ اعظم کی طرف کرنے میں تامل دکھائی دیتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

سرکارِ عالم مدار قادریت ..... کی طرف قصیدہ مبارکہ لامیہ امریہ غوثیہ کی نسبت بیشک استفاضہ و شہرت رکھتی ہے، مدت سے مشائخ اس کا وظیفہ کرتے اور اجازتیں دیتے اور ہزاروں خاص و عام اسی نسبت جلیلہ سے اس کا نام لیتے ہیں۔

مولانا محمد فاضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ معاصر سید علامہ سیدی احمد حموی صاحب غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر نے اس کی شرح مسمّٰی بہ رموز خفیہ لکھی اور اس میں ہر لفظ و معنیٰ سے اس قصیدہ کے کلام پاک حضور فرزند صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیہ وبارک وسلم ہونے کی شہادت دی۔

سیدی (شاہ) ابوالمعالی محمد مسلمی قدس سرہ جنہیں شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے آخر رسالہ صلاۃ الاسرار میں علمائے سلسلہ علیہ عالیہ قادریہ سے شمار کیا، اپنی کتاب مستطاب تحفۂ قادریہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] حاشیہ بہجۃ الاسرار، مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر ص ۳۰ ۔ ۲۲۹

باب یازدہم آنچہ از احوال خود فرمودہ اند، نقل است از شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہا می فرمود در مدرسہ خود ہر ولی بر قدم نبی است و من بر قدم جد خودم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در واشت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدمے مگر آنکہ نہادم قدم خود بر آں موضع، مگر در اقدام نبوت کہ راہ نیست در آں غیر نبی را، در اشعار شریف خود نیز ایں مضمونِ لطیف را بیان فرمودہ اند ؎

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَّاِنِّيْ
عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ (انتہیٰ)

اسی طرح کتب مشائخ میں بہت جگہ اس کا نشان ملے گا [1]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قصیدۂ غوثیہ میں بڑے بڑے دعوے کیے گئے ہیں اس لیے یہ سیدنا غوث اعظم کا نہیں ہو سکتا ذیل میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے ممکن ہے کسی کے لیے وجہ تسکین بن جائے، فرماتے ہیں:

حضرت غوث الاعظم کی اصل نسبت، نسبت اویسیہ ہے جو نسبتِ سکینہ کی برکات کے ساتھ مخلوط ہے، مطلب یہ کہ شخص، ذاتِ الٰہیہ کے مقابل شخص اکبر پائے جانے والے نقطہ کا نفوس فلکیہ، ملأ اعلیٰ اور ارواحِ کاملین کی محبت کے ضمن میں محبوب اور مراد بن جاتا ہے، اور اس محبت کی راہ سے تجلیاتِ الٰہیہ میں سے ایک تجلی اس پر وارد ہوتی ہے جو تخلیق، ابداع، تدبیر اور تدلی کی جامع ہے، اور بے انتہا انس اور برکت ظاہر ہوتی ہے، خواہ اس کمال کا ارادہ اور اس کی طرف توجہ کی گئی ہو یا نہ، گویا یہ منظم سلسلہ اس کے ارادہ کے بغیر ظاہر ہوتا ہے اسی لیے حضرت غوث اعظم نے فخر اور بڑائی کے کلمات فرمائے ہیں [3]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، سیدی زروق رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قصیدۂ جیلانیہ (غوثیہ) کی طرز پر ان کا ایک قصیدہ ہے [4]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: الزمزمۃ القمریۃ (حزب الاحناف، لاہور) ص ۴

[2] موسیٰ پاک شہید، سید جمال الدین ابوالحسن شیخ: تیسیر الشاغلین (مطبع صدیقی، فیروزپور، ۱۳۰۹ھ) ص ۱۰۵

[3] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: ہمعات (حیدرآباد، سندھ) ص ۸۳

[4] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: بستان المحدثین فارسی اردو (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۳۲۲

جناب محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے الجواہر المضیہ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ کے مقدمہ میں قصیدہ غوثیہ کی اٹھارہ شروح اور تراجم کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے، جن میں سے پانچ شروح کے شارحین کے نام معلوم نہیں باقی حضرات کے اسمار یہ ہیں:

۱۔ علامہ شیخ فضل اللہ روزبہان مصنف "سلک السلوک" (م ۹۲۷ھ) شارح

۲۔ فاضل اجل مولانا مولوی محمد فاضل کلانوری (سالِ تصنیف ۱۱۰۸ھ)

۳۔ حافظ رانجھا برخوردار، مترجم پنجابی

۴۔ حضرت ابوالفرح فاضل الدین بٹالوی، شارح

۵۔ فخر المحدثین سید شاہ محمد غوث قادری (م ۱۱۵۲ھ)

۶۔ محمد بن طاہر محمد شیرازی، شارح (نوشتہ ۱۲۹۹ھ)

۷۔ مولانا غلام رسول، ساکن ٹانڈا ضلع ہوشیار پور، شارح

۸۔ امام احمد رضا بریلوی مترجم و شارح، فارسی نظم

۹۔ سید ظہیر الدین عرف سید احمد نبیرہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، ان کے اہتمام سے قصیدہ غوثیہ مترجم اردو و قصیدہ بردہ کے ساتھ طبع ہوا۔

۱۰۔ مولانا خواجہ احمد حسین خاں امروہوی شارح (م ۱۳۶۱ھ) خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

۱۱۔ مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی، میروال ضلع شیخوپورہ، شارح

۱۲۔ مولانا محمد نظام الدین ملتانی، شارح

۱۳۔ حاجی شمس الدین شایق ایزدی، عرف شمس اللہ صوفی معنوی لاہوری (۱۹۳۶ء) [1]

اس کے علاوہ حضرت علامہ مولانا عبدالمالک کھوڑوی نے الجواہر المضیہ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ لکھی جس میں محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا گراں قدر مقدمہ ہے۔ اسی طرح مولانا سلامہ وکیل احمد سکندرپوری نے اردو میں شرح لکھی۔ حال ہی میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے دو طالب علموں قاری محمد یسین اور حافظ امتیاز الحسن قادری نے قصیدہ غوثیہ، منظوم پنجابی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے مترجم کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

بعض لوگ اس قصیدہ کو سیدنا غوثِ اعظم کا نتیجۂ فکر ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں مولانا عبدالمالک کھوڑوی نے

---

[1] محمد موسیٰ امرتسری، حکیم: مقدمہ الجواہر المضیہ (نوری بک ڈپو، لاہور) ص ۶-۳۰

[2] احمد رضا بریلوی، امام: الزمزمۃ القمریۃ ص ۳-۲

پہلو پر تفصیلی گفتگو کی ہے وہ فرماتے ہیں:

کسی امر کے ثابت کرنے کے لیے منجملہ دلائل کے ایک دلیل تواتر کی ہے، قصیدہ غوثیہ علی التواتر حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے منسوب ہے، تمام ممالک میں مسلمانانِ عقیدت منداس کا وظیفہ کرتے ہیں اور میں نے عربوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ حلقۂ تلقین میں اس کے ورد سے محظوظ ہوتے ہیں اور ہر زمانہ میں اس قصیدہ شریفہ کے یمن سے صلحاء اور زہاد مستفیض ہوتے رہے ہیں پس اس تواتر کی موجودگی میں اس سے انکار بداہت کا انکار ہے۔

وَلَیْسَ یَصِحُّ فِی الْاَعْیَانِ شَیْءٌ
اِذَا احْتَاجَ النَّھَارُ اِلٰی دَلِیْلٖ

اگر دن کا اثبات بھی محتاج دلیل ہو تو پھر حقائق میں سے کوئی حقیقت بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔
نیز جو تاثیرات اس کے وظیفہ سے عقیدت کیشان و مخلصان کے دل پر ظاہر ہوتی ہیں وہ یقینی شہادت اس امر کی ہیں کہ یہ قصیدہ بلا شک و شبہہ حضرت قدس اللہ سرہٗ کے افادات سے ہے، اشک کے

دفع کرنے کے لیے اس کا ورد کرنا چاہیے اس کی تاثیر سے یقین حاصل ہو گا کہ یہ بلا ریب حضرت کا کلام ہے
منکرین اس موقع پر چند شبہات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ اس قصیدہ میں اظہار فخر کیا گیا ہے

مولانا علامہ عبد المالک کھوڑوی فرماتے ہیں:

یہ سوال عدم تدبر کی وجہ سے ہے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اگر اظہارِ واقعہ بارادہ شکر نعمت ہے تو باتباع آیۂ کریمہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اور نیز اولیاء اللہ بعض مطالب کا اس لیے اظہار کرتے ہیں کہ لوگ ایمان لائیں، اظہارِ معجزات و کرامات کی یہی غرض ہوتی ہے حضرت کا اپنے مدارج کو ظاہر کرنا اس غرض سے ہے کہ لوگ مطلع ہوں اور ان کے علوم سے فائدہ اٹھائیں [2]

۲۔ بعض ایسے امور اپنی طرف منسوب کیے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ علامہ کھوڑوی لکھتے ہیں:

---

[1] محمد عبد المالک کھوڑوی، علامہ: الجواہر المضیہ دنوری بک ڈپو، لاہور، ص ۶۳-۶۲

[2] محمد عبد المالک کھوڑوی علامہ: الجواہر المضیہ ص ۶۵

یہ سوال کچھ حقیقت نہیں رکھتا ۔ ان تمام امور کے بعد حضرت نے بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی کی قید لگائی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے اذن سے ہوتا ہے ، پس خوارق کی نسبت خدا کی طرف ہے نہ حضرت کی طرف [1]

۳ - صرف و نحو اور عروض کے اعتبار سے اس قصیدہ پر اعتراضات ہیں ۔ علامہ کھوڑوی فرماتے ہیں :

اعتراضاتِ عروض و صرف و نحو جس قدر ہمارے سامنے پیش کیے گئے ہیں ہم نے ہر ایک کا جواب اپنے اپنے محل پر فصحائے عرب کے کلام سے دیا ہے ، در اصل یہ اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں جن کا دائرہ وسعت علم تنگ ہے اور کلام عرب پر پورا پورا عبور نہیں رکھتے [2]

۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء میں حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری حیدر آبادی نے امام احمد رضا بریلوی کو ایک عریضہ ارسال کیا کہ مولانا علامہ وکیل احمد سکندر پوری قصیدہ غوثیہ کی شرح لکھ رہے ہیں اور جو لوگ اس کی عربیت پر معترض ہیں ان کا رد کر رہے ہیں ، اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟ امام احمد رضا بریلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ تحریر فرما دیا ،

اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِیَّةُ فِی الذَّبِّ عَنِ الْخَمْرِیَّةِ

قصیدۂ خمریہ (غوثیہ) کے دفاع میں قمری کا ترانہ

اس رسالۂ مبارکہ میں انہوں نے دس نکات تحریر فرمائے کہ اکابر علماء کرام سے بعض اوقات لفظی تسامحات صادر ہو جاتے ہیں جو ان کی عظمت شان کے خلاف نہیں ہوتے ، آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ سب اس تسلیم پر مبنی ہے کہ قصیدہ مبارکہ میں قوانین عربیہ سے مخالفتیں واقع ہیں ۔

مگر ابھی تو ہمیں حضرت معترض کی مزاج پرسی کرنی ہے ، ذرا مہربانی فرما کر اپنے اعتراضات تفصیلی سے اطلاع دیں اور اس وقت جواب تفصیلی کے مرتبے میں ہم پر ہمارے آقا کا فیضان دیکھیں ——— ہاں ہاں اصلاً نہ شرمائیں ، جہاں تک اعتراض خاطر میں آئیں سب ایک ایک کر کے بیان فرمائیں کچھ اٹھا رکھنے کی تکلیف ہرگز نہ اٹھائیں [3]

---

[1] ایضاً : ص ۶۵

[2] ایضاً : ص ۶۳

[3] احمد رضا بریلوی ، امام : الزمزمۃ القمریہ (حزب الاحناف ، لاہور) ص ۱۴

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حالتِ سکر کا کلام ہے، ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رب عزوجل نے حضور (غوث اعظم) کو شطحیات سکر سے محفوظ رکھا اور حضور کے اقوال و افعال و احوال سب کو اجیاء تحت واقتضائے سنت کا مرتبہ بخشا، نہیں کہتے جب تک کہلوائے نہ جائیں اور نہیں کرتے جب تک اذن نہ پائیں [1]

سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا [2]

اولادِ امجاد

حضرتِ غوثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے دیگر انعامات کی طرح کثرتِ اولاد سے بھی نوازا تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کے ستائیس لڑکے اور بائیس لڑکیاں تھیں۔

امام سہروردی فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے پوچھا کہ آپ نے نکاح کیوں کیا، تو آپ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا حکم نہیں دیا، یہ بھی فرمایا: کہ میں ایک مدت تک نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وقت کے مکدر ہونے کے خوف سے جرأت نہیں کرتا تھا، میں نے صبر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آگیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیویاں عطا کیں جنہوں نے اپنی خوشی اور رضامندی سے مجھ پر خرچ کیا [3]

حضرت شیخ کے تمام صاحبزادے علم وعمل، تقویٰ ومعرفت میں اپنی مثال آپ تھے۔ چند صاحبزادوں کا ذکر بطور تبرک کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ کی اولاد اور ان کی تفصیل قلائد الجواہر میں ملاحظہ کی جائے۔

شیخ عبدالوہاب:

ولادت: ۵۲۲ھ / ۱۱۲۸ء ــــ وصال ۵۹۳ھ / ۱۱۹۷ء

والد ماجد اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا اور ۵۴۳ھ / ۱۱۴۹ء میں والد گرامی کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے

---

[1] ایضاً: ص ۲۵

[2] ایضاً: حدائق بخشش (مع ادبی جائزہ)، ص ۲۳۹

[3] عمر سہروردی، شہاب الدین، امام، عوارف المعارف (دار المعرفۃ، بیروت) باب ۲۱ ص ۱۰۶

شیخ عیسیٰ :

سن ولادت معلوم نہ ہو سکا۔ وفات ۵۷۳ھ/۱۱۷۸ء

والد ماجد اور ابوالحسن بن ضرما سے استفادہ کیا، پہلے بغداد میں اور والد گرامی کے وصال کے بعد مصر میں درس حدیث، وعظ اور افتاء کے فرائض انجام دیے، ان کے مواعظ کو قبولیتِ عامہ حاصل تھی، علم تصوف میں جواہر الاسرار و لطائف الانوار وغیرہ کتب کے مصنف تھے۔

شیخ ابوبکر عبد العزیز :

ولادت ۵۳۲ھ/۱۱۳۸ء — وفات ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء

والد ماجد کے علاوہ ابن منصور عبد الرحمٰن سے علم حاصل کیا، درس حدیث اور وعظ کے ذریعے دین متین کی خدمت کی متعدد حضرات آپ سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔ خوب صورت اور متواضع تھے۔ ۵۸۰ھ/۱۱۸۵ء میں عسقلان کی جنگ میں شرکت کے بعد جبال چلے گئے اور وہیں وصال ہوا۔

شیخ عبد الجبار :

۵۷۵ھ/۱۱۸۰ء میں جوانی کے عالم میں وصال ہوا

والد ماجد، ابو منصور اور قزاز وغیرہم سے استفادہ کیا، طریق صوفیا پر گامزن تھے، اہل دل کی ہمنشینی میں رہتے آپ کا خط بہت عمدہ تھا۔

شیخ عبد الرزاق :

ولادت : ۵۲۸ھ/۱۱۳۴ء — وصال ۶۰۳ھ/۱۲۰۷ء

والد مکرم اور ابوالحسن ابن ضرما وغیرہما سے علم حاصل کیا، مدرس، محدث، مناظر، مفتی اور خطیب تھے، علماء کی بہت بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔

شیخ محمد :

وصال ۶۰۰ھ/۱۲۰۴ء اپنے دور کے محدث تھے، مقبرۂ حلبہ میں مزار بنایا گیا۔

ان کے علاوہ شیخ عبد اللہ ولادت ۵۰۸ھ/۵-۱۱۱۴ء وصال ۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء، حضرت شیخ یحییٰ ولادت ۵۵۰ھ/۱۱۵۵ء وصال ۶۰۰ھ/۱۲۰۴ء، حضرت غوث اعظم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے، اور شیخ موسیٰ ولادت ۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء وصال ۶۱۸ھ/۱۲۲۱ء بھی اپنے دور کے اجلہ علماء، محدثین اور رہبرانِ طریقت میں سے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وصال

چالیس سال تک شریعت و طریقت کے دریاؤں سے خلقِ خدا کو فیض یاب فرمانے، دینِ متین اور مسلک اہل سُنّت کا علم لہرانے کے بعد آخر وہ ساعت آپہنچی کہ زمانے کا غوثِ اعظم، قطب الاقطاب، فرد الافراد، ابا ز الاشہب، حسب وعدۂ الٰہیہ موت کے دروازے سے ہوتا ہوا محبوبِ حقیقی جل مجدہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا۔ علامہ تاذفی نے تاریخ وصال کے بارے میں دو روایتیں بیان کی ہیں۔

لَیْلَۃَ السَّبْتِ ثَامِنَ شَہْرِ رَبِیْعِ الْاٰخِرِ سَنَۃَ اِحْدٰی وَّ سِتِّیْنَ وَخَمْسِمِائَۃٍ [1]

۸ ربیع الآخر، ہفتہ کی شب ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء کو وصال ہوا

دوسری روایت بقول ابن نجار اور محمد ذہبی یہ ہے:

لَیْلَۃَ صَبِیْحَتُہَا السَّبْتُ عَاشِرَ رَبِیْعِ الْاٰخِرِ سَنَۃَ اِحْدٰی وَّ سِتِّیْنَ

وَخَمْسِمِائَۃٍ [2]

ہفتہ کی شب دس ربیع الآخر ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بہجۃ الاسرار سے وصال کی تاریخ ۹ ربیع الآخر نقل کی ہے اور فرمایا اس روایت کے اعتبار سے عرس کی تاریخ ۹ ربیع الآخر ہوگی، ہمارے شیخ عبدالوہاب قادری متقی اسی تاریخ کو عرس کیا کرتے تھے، مزید فرماتے ہیں:

ہمارے علاقہ (ہندوستان) میں گیارہ تاریخ کو عرسِ قادری منایا جاتا ہے، یہی ہمارے مشائخ ہند کے نزدیک معروف ہے جو سیدنا غوثِ اعظم کی اولاد میں سے ہیں، اسی طرح ہمارے شیخ سید موسیٰ حسنی، جیلانی نے اورادِ قادریہ سے نقل کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے [3]

راتوں رات حضرت کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا گیا، آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ عبدالوہاب نے حضرت

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۴۲-۴۳

[2] ایضاً: ص ۱۳۴

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: ما ثبت من السنۃ (ادارہ نعیمیہ رضویہ، لاہور) ص ۲۳۲

کی اولاد، خلفاء اور تلامذہ کی موجودگی میں نماز جنازہ پڑھائی اور مدرسہ قادریہ میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی، ہجوم خلق اس قدر زیادہ تھا کہ مدرسہ کا دروازہ بند کرنا پڑا، صبح جب دروازہ کھولا گیا تو عقیدت مند جوق در جوق حاضر ہونے لگے[1] اور آج تک آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے دم قدم سے بغداد مقدس کو چار چاند لگ گئے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا ؂

شہر بغداد است از وے نوبہار　　　نائب رحماں خلیفہ کردگار

بر امید لطف سلطاں آمدہ　　　من غریبم از بیاباں آمدہ

سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ملفوظات میں ہے:

گیارہ تاریخ کو بادشاہ اور اکابرین شہر حضرت غوث اعظم کے مزار پر جمع ہوکر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، قصائد مدحیہ اور وہ کلام مغرب تک مزامیر کے بغیر پڑھتے ہیں جو حضرت غوث نے غلبۂ حالات میں فرمایا ہے اور شوق انگیز ہے، مغرب کے بعد صاحب سجادہ درمیان میں اور مریدین ان کے ارد گرد بیٹھ جاتے ہیں، صاحب حلقہ کھڑے ہوکر ذکر جہر کرتے ہیں اور بعض لوگوں کو وجد ہو جاتا ہے، یا کچھ مناقب پڑھے جاتے ہیں، پھر جو طعام یا شیرینی بطور نیاز حاضر ہو وہ تقسیم کی جاتی ہے اور لوگ نماز عشا پڑھ کر رخصت ہو جاتے ہیں[2]۔

گیارہویں شریف ایصال ثواب کا نام ہے اور ایصال ثواب کے جائز اور مستحسن ہونے میں اہل سنت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے، رہا تاریخ کا تعین تو وہ تعین شرعی نہیں ہے کہ اس سے آگے پیچھے جائز نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کسی بھی تاریخ کو ایصال ثواب کا اہتمام کریں اسے گیارہویں شریف ہی کہتے ہیں، یہ تعین عرفی ہے تاکہ احباب کو جمع ہونے میں سہولت رہے۔

صلوٰۃ غوثیہ

محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی اور سرتاج اولیاء ہیں، ان کے وسیلے سے دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم نہیں رہتا۔

سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں:

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۱۳۴

[2] عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ: ملفوظات فارسی (مطبع مجتبائی، میرٹھ) ص ۶۲

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَةٍ کُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادَانِیْ بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّةٍ فُرِّجَتْ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ حَاجَةٍ قُضِیَتْ لَهٗ وَمَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ اِحْدٰی عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ بَعْدَ السَّلَامِ وَیُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَیَذْکُرُنِیْ ثُمَّ یَخْطُوْ اِلٰی جِهَةِ الْعِرَاقِ اِحْدٰی عَشْرَةَ خُطْوَةً وَیَذْکُرُ اِسْمِیْ وَیَذْکُرُ حَاجَتَهٗ فَاِنَّهَا تُقْضٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ [1]

جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے اس کی وہ تکلیف دور کی جائے گی اور جو کسی مصیبت میں میرا نام پکارے وہ مصیبت دور کر دی جائے گی اور جو کسی حاجت میں میرا وسیلہ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی اور جو شخص دو رکعتیں ادا کرے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے سلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، میرا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔

اس کے بعد یہ شعر پڑھے:

اَیُدْرِکُنِیْ ضَیْمٌ وَّاَنْتَ ذَخِیْرَتِیْ	وَاُظْلَمُ فِی الدُّنْیَا وَاَنْتَ نَصِیْرِیْ
وَعَارٌ عَلٰی حَامِی الْحِمٰی وَهُوَ مُنْجِدِیْ	اِذَا ضَلَّ فِی الْبَیْدَا عِقَالُ بَعِیْرِیْ [2]

کیا مجھ پر ظلم کیا جائے گا جب کہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ظلم کیا جائے گا جب کہ آپ میرے مددگار ہیں۔

حضور غوث پاک کے پشت پناہ ہوتے ہوئے اگر جنگل میں میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو یہ بات محافظ کے لیے باعثِ عار ہے۔

غور کیا جائے تو صلوٰۃ غوثیہ میں شرک کا کوئی پہلو نہیں ہے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو حکم فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر میرے وسیلے سے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگو، انہوں نے دعا مانگی تو ان کی بینائی بحال

---

[1] ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی: بہجۃ الاسرار (مصطفی البابی الحلبی، مصر) ص ۱۰۲

[2] علی بن یوسف شطنوفی، امام: بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲

ہو گئی، حضرت عثمان بن حنیف کے فرمانے پر ایک صاحب نے دورِ عثمانی میں یہی عمل کیا تو ان کا مقصد پورا ہو گیا وہی طریقہ اس جگہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر حضور غوث اعظم سے توسل کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاجت بر آتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صلوٰۃ غوثیہ کا طریقہ خود سیدنا غوث اعظم نے بیان فرمایا ہے جسے علامہ علی بن یوسف الحمی الشطنوفی پھر علامہ محمد بن یحییٰ التاذفی الحلبی (م ۹۶۳ھ) پھر حضرت ملا علی قاری اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے روایت کیا اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ معاذ اللہ حضور نے شرک کی تعلیم دی ہے تو اس کی مرضی لیکن جہاں تک روایت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور اسے جھوٹ قرار دینا بھی محض سینہ زوری ہے

امام احمد رضا بریلوی، حضرت علامہ شطنوفی کے بارے میں فرماتے ہیں،

یہ امام ابو الحسن نور الدین علی مصنف بہجۃ الاسرار شریف اعاظم علماء و ائمہ قرآت و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امام اجل حضرت ابو الصالح نصر قدس سرہ سے فیض حاصل کیا، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابو بکر تاج الدین عبدالرزاق نور اللہ مرقدہ سے انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پر نور سید السادات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرارت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور.

امام شمس الدین ذہبی کہ علم حدیث و اسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار اس جناب کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کے مدائح لکھے۔ امام محدث محمد بن محمد بن محمد بن جزری مصنف حصن حصین اس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی ہے

ا؎ محمد بن یحییٰ تاذفی الحلبی، علامہ : قلائد الجواہر (مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر) ص ۳۷

۲؎ علی بن سلطان محمد القاری، علامہ : نزھۃ الخاطر الفاتر، اردو ترجمہ (سنی دارالاشاعت، فیصل آباد) ص ۹،

۳؎ عبدالحق المحدث الدہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار (مطبع بکسنگ کمپنی، بمبئی) ص ۱۰۱

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں:

هٰكَذَا نَقَلَ الشَّطْنُوفِيُّ وَوَثَّقَهُ الْمُحَدِّثُوْنَ [2]

اسی طرح شطنوفی نے نقل کیا ہے اور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔

لمحۂ فکریہ

محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی حیات و تعلیمات کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے، آپ کی جلیل القدر اسلامی خدمات کی بنا پر بجا طور پر آپ کو غوث اعظم کہا جاتا ہے اور دنیا بھر میں عامۃ المسلمین آپ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور بلاشبہ آپ کی شخصیت، دلوں کی دنیا کو حیات نو اور گلشن اسلام کو رونق تازہ دینے کے سبب اس عقیدت کے لائق ہے۔

آپ کی حیات مبارکہ پر ایک اجمالی نظر ڈالیے، عالم شیر خواری میں رمضان شریف میں دودھ نہیں پیتے، ڈاکوؤں کے سامنے سچ بول کر اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ نبھاتے ہیں، فرائض شریعت کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں کہ جو فرض ادا نہیں کرتا اس کے نوافل مقبول نہیں ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اہم ترین فرائض میں سے ہے، سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں کہ محبت رسول کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلا جائے اور فرائض و واجبات کے علاوہ سنتوں کی ادائیگی کا بھی اہتمام کیا جائے یعنی محبت صرف زبانی جمع خرچ اور نعرے لگانے کا نام نہیں ہے بلکہ محبت، اسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھل جانے کا نام ہے، اسی طرح پیران پیر محی الدین شیخ سید عبد القادر جیلانی کی محبت اور نسبت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے ارشادات پر عمل پیرا ہوں۔

حضرت سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں کہ تیرے دل میں کسی کی محبت یا دشمنی ہو تو اس کے اعمال کو دیکھ، اگر کتاب و سنت کے مخالف ہوں تو تیرے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موافقت میں بشارت ہے اور اگر اس کے اعمال کتاب و سنت کے موافق ہیں اور تو اس سے بغض رکھتا ہے تو تجھے جان لینا چاہیے کہ تو اپنی نفسانی خواہش کے تحت اسے دشمن جانتا ہے اور تو ظالم ہے، خدا اور رسول کا نافرمان ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر اور دعا کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس شخص اور دیگر اولیائے محبوبین کی محبت عطا فرمائے، اسی طرح اس شخص کے اعمال کتاب و سنت پر پیش کر جس سے

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: انوار الانتباہ (مکتبہ نوریہ رضویہ، گوجرانوالہ) ص ۱۵

[2] انور شاہ کشمیری: فیض الباری مطبع حجازی، قاہرہ، ص ۲۱

تو محبت رکھتا ہے اگر موافق ہیں تو بہتر ورنہ اس کی محبت کو ترک کر دے ۔[1]

غور فرمائیں کہ سیدنا غوثِ اعظم نے محبت و عداوت کا کیا معیار بیان فرمایا ہے جس شخص کے اعمال کتاب و سنت کے موافق ہوں وہ لائق محبت و تعظیم ہے ورنہ قابلِ نفرت ۔ اب اگر ہم نماز نہیں پڑھتے ، روزہ نہیں رکھتے ، حج و زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ، واجبات و سنن ادا نہیں کرتے تو کیا ہم محبت کے لائق ہوں گے ؟ ہر گز نہیں ، ہم سے نہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگا نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوں گے اور نہ ہی سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی ہوں گے ۔

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر یہ اشعار پڑھا کرتی تھیں ؛

تَعْصِی الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ

هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٗ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٗ[2]

٭۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت ظاہر کرتا ہے اس کے باوجود اس کی نافرمانی کرتا ہے ۔

٭۔ مجھے اپنی زندگی کے پیدا کرنے والے کی قسم ! یہ کردار بہت ہی عجیب ہے

٭۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا حکم مانتا

٭۔ محب تو اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے

---

[1] عبدالقادر جیلانی ، غوثِ اعظم ، فتوح الغیب (برحاشیہ قلائد) مقالہ ۳۱ ص ۶۰

[2] عمر سہروردی ، شہاب الدین ، عوارف المعارف (دار المعرفۃ ، بیروت) ص ۲۴۱